بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روئے زیبا صلی اللہ علیہ وسلم کی تابانیاں

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں، اقسام واحکام، مانگ، تیل، کنگھی، سرمے، لباسِ مسنون واعتدال، لباسِ فقر وفاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر وغنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شمائل ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح وتشریح۔۔۔۔

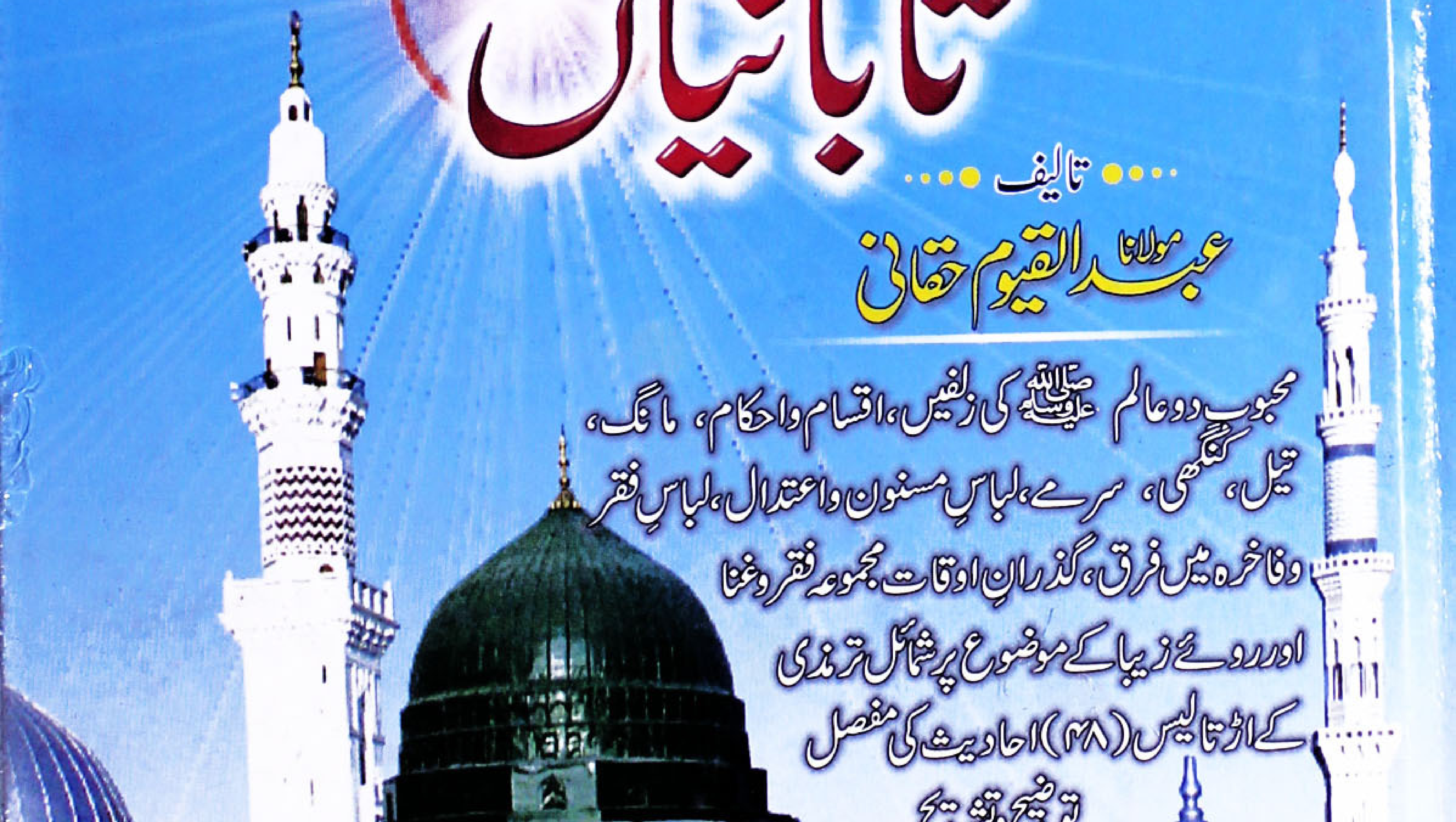

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ
خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد۔پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں

مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوبِ دو عالم ﷺ کی زلفوں کا بیان' مقدار' اقسام' احکام' مانگ نکالنے' تیل لگانے' کنگھی کرنے کے مسنون طریقے' خضاب کے جواز و عدم جواز کی صورتیں اور شرعی حکم' سرمے کا معمول' اِثمد کی فضیلت و برکات' لباس کے احکام و اقسام اور اعتدال' کفایت شعاری' آستین کی مقدار و حکمت' گریبان کا مسنون طریقہ' پاجامے' چادر اور تہ بند کا ذکر' لباسِ فقر و فاخرہ میں فرق' گذرانِ اوقات' مجموعۂ فقر و غنا...... الغرض روئے زیبا سرورِ عالم ﷺ کے موضوع پر شمائلِ ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح و تشریح ....

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

سرحد پاکستان ...... فون :630237(0923) فیکس : 630094

2005

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ''القاسم اکیڈمی'' محفوظ ہیں

نام : روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

83971

ضخامت : 156 صفحات

پروف ریڈنگ : استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ

کمپوزنگ : مولوی گل رحمٰن / مولوی مظہر علی اراکین القاسم اکیڈمی

تاریخ اشاعت : صفر المظفر ۱۴۲۶ھ / مارچ 2005ء

تعداد بار اول : 1100

قیمت : 99 روپے

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ

ملنے کے پتے

===========

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوھریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

Marfat.com

حدیثِ نظر

بتوں سے پھر گیا دل، اب ادھر دیکھا نہیں جاتا
درِ مولیٰ پہ ہوں اور سُوئے دَر دیکھا نہیں جاتا

رخِ خیر البشرؐ تو پھر رخِ خیر البشرؐ ٹھہرا
ان آنکھوں سے درِ خیر البشرؐ دیکھا نہیں جاتا

ہزار آئینے برتے ہیں ہزار آئینہ بیں دیکھے
ترے جلووں سے کوئی بہرہ وَر دیکھا نہیں جاتا

اسی کوچے میں بیٹھا ہوں یہیں سے مر کے اٹھوں گا
گدا بے شک ہوں، کوئی اور دَر دیکھا نہیں جاتا

میرے مولا رہوں کب تک میں ان بے دین لوگوں میں
کہ یہ جبرِ مسلسل عمر بھر دیکھا نہیں جاتا

جو ٹمٹیں آنسوؤں کی جھالریں سب کچھ نظر آئے
خطا کس کی ہے؟ جوائے چشمِ تر دیکھا نہیں جاتا

کبھی مہتاب کی صورت اتر بھی آؤ آنگن میں
ستاروں کو مسلسل رات بھر دیکھا نہیں جاتا

مسلسل ہو رہی جانے کیوں امت کی رسوائی
دعاؤں میں یہ افلاسِ اثر دیکھا نہیں جاتا

کھڑا ہوں کب سے محرابِ حرم کے سامنے دانش
نظر رہ رہ کے اٹھتی ہے مگر دیکھا نہیں جاتا

احسان دانش

Marfat.com

فہرستِ مضامین

روئے زیبا صلی اللہ علیہ وسلم کی تابانیاں

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حدیثِ نظر ----------	۴	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد	۲۰
پیش لفظ ----------	۱۱	فوق الجمّہ دون الوفرہ ----	۲۲
		روایات میں تطبیق --------	۲۲
باب ماجاء		شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد	۲۴
		الجمّہ کی مزید تشریح ------	۲۴
فی شعر رسول اللہؐ	۱۵	حدیث باب کی تشریح ------	۲۶
(حضورؐ کے بالوں کے بیان میں)		ولہ اربع غدائر کی تحقیق ----	۲۶
		مکہ شریف قدومِ میمنت ----	۲۷
خلاصہ مضامین --------	۱۵	ایرادِ حدیث کا مقصد ------	۲۸
سر کے بال اور حضورؐ کا معمول --	۱۶	سدلِ شعر کی صورت ------	۲۹
نصف کانوں تک بال ------	۱۶	مانگ نکالنا مشرکین اور اہلِ کتاب --	۳۰
زوجین کا ایک برتن سے غسل ---	۱۸	موافقت اہل کتاب کی توجیہات --	۳۰
تطبیق کی صورتیں --------	۱۸	مانگ نکالنا افضل ہے ------	۳۲
ایک برتن سے غسل اور مسئلہ ستر --	۱۹		

Marfat.com

عنوان	صفحہ
روایاتِ باب میں تطبیق۔۔۔۔۔	۳۳
باب ماجاء فی ترجّل رسول اللهؐ (حضورؐ کے کنگھی کرنے کے بیان میں)	۳۶
احادیث باب کا مضمون۔۔۔۔	۳۶
کنگھی کرنا مندوب ہے۔۔۔۔۔	۳۶
حالتِ حیض میں خدمتِ زوج کا شرعی حکم	۳۸
ایک تعارض اوراس کا جواب۔۔۔۔	۳۹
حضوراقدسؐ کا تیل کنگھی کرنا۔۔۔	۴۰
القناع کا استعمال۔۔۔۔۔	۴۱
ثوبِ زیات، تشبیہ پر اعتراض کے جوابات	۴۲
تیامن کی فضیلت۔۔۔۔۔۔	۴۳
شیخ عبدالحقؒ کی توضیح۔۔۔۔۔	۴۴
اختیارِ تیامن کی بعض دیگر توجیہات۔	۴۵
عمل تیامن میں وسعت۔۔۔۔۔	۴۵
ملاعلی قاریؒ کی توضیح۔۔۔۔۔۔	۴۶
تدھین وتسریح میں وقفہ۔۔۔	۴۷
ابن عربیؒ کا ارشاد۔۔۔۔۔۔۔۔	۴۸
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد	۴۸
جب سند میں صحابی مجہول ہو۔۔۔۔	۴۹
عن رجل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۴۹
کنگھی کرنے میں سنت طریقہ۔۔۔	۴۹
باب ماجاء فی شیب رسول اللهؐ (حضورؐ کے سفید بال آجانے کے بیان میں)	۵۰
شیب کا معنیٰ اور آثار۔۔۔۔۔۔	۵۰
موئے مبارک اورامّ سلمةؓ کا معمول	۵۱
صحابہؓ کی موئے مبارک سے محبت	۵۲
کیا حضورؐ نے خضاب لگایا تھا؟۔۔	۵۳
یبلغ میں ضمیر کا مرجع۔۔۔۔۔۔۔	۵۳
صدغین میں سفیدی۔۔۔۔۔	۵۴
صدغین میں حصر کیوں۔۔۔۔۔	۵۴
خضاب کی نفی واثبات،تعارض کا جواب	۵۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
خضاب کی جائز اور ناجائز صورتیں۔	۵۷
شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کا ارشاد۔۔	۵۸
سفید بالوں کی تعداد میں اختلاف اور تطبیق	۵۸
نحوی بحث۔۔۔۔۔۔۔	۵۹
سفید بال بہت کم تھے۔۔۔۔۔۔	۶۰
قلتِ شیب کی ایک توجیہ۔۔۔۔۔	۶۱
قیامت کے مناظر نے بوڑھا کر دیا	۶۲
یا رب امتی۔۔۔۔۔۔۔	۶۳
مضمونِ حدیث۔۔۔۔۔۔	۶۶
آپؐ کو بوڑھا کر دینے والی سورتیں	۶۶
هذا نبی الله۔۔۔۔۔۔۔	۶۸
جمالِ رخِ انورؐ۔۔۔۔۔۔	۶۸
ایک امتی کا جمال اور جلال۔۔۔۔	۶۹
ثوبان اخضران کی تشریح۔۔۔	۶۹
سبز لباس پہننے کا حکم۔۔۔۔۔	۷۰
سفید بالوں کا سنہری منظر۔۔۔۔	۷۰
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۷۱
سفید بال اکھیڑنے کا حکم۔۔۔۔۔	۷۲

عنوان	صفحہ
باب ما جاء فی خضاب رسول اللهؐ (حضورؐ کے خضاب کرنے کے بیان میں)	۷۳
خضاب کا معنیٰ۔۔۔۔۔۔۔	۷۳
گذشتہ باب سے ربط۔۔۔۔۔۔	۷۳
مسئلہ خضاب کی تفصیل اور شرعی حکم۔	۷۳
علماء احناف کا رجحان۔۔۔۔۔۔	۷۴
شوافعؒ کا مسلک۔۔۔۔۔۔	۷۴
بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔	۷۷
رسمِ جاہلیت کا بطلان۔۔۔۔۔۔	۷۷
ملا علی قاریؒ کی نقل روایات۔۔۔	۷۸
نفی اور اثبات کی روایت میں تطبیق۔	۷۹
قال ابو عیسیٰ۔۔۔۔۔۔۔	۷۹
متن حدیث کی اجمالی تشریح۔۔۔	۸۰
غرضِ قال ابو عیسیٰ۔۔۔۔۔۔	۸۱
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۸۲
ایک اشکال سے جواب۔۔۔۔۔	۸۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ
عبدالجواد الدومیؒ کی تلخیص بحث ـــــ	٨٤
لونِ اصفر کی ترغیب و برکات ـــــ	٨٦
سفید بالوں کے اکھاڑنے کا حکم ـــ	٨٧
باب ماجاء فی کُحل رسولِ اللهؐ (حضورؐ کے سرمہ کے بیان میں)	٨٨
سرمہ کا استعمال، شرعی حکم اور منافع ـــ	٨٨
حضور اقدسؐ کا معمول ـــــ	٨٩
ابن عربیؒ کا ارشاد ـــــ	٨٩
اثمد کی فضیلت و برکات ـــــ	٩٠
بعض ائمہ متبوعین کے آراء و دلائل ـ	٩٢
لفظِ زعم کی بحث ـــــ	٩٢
لفظِ مکحلة کی بحث ـــــ	٩٣
عملِ تثلیث کی حکمت و برکات ـــ	٩٣
ایتار کی صورتیں اور حکمت و برکات ـ	٩٤
شیخ عبدالرؤفؒ کی توضیح و تنبیہ ـــ	٩٥
لفظِ ح کی توضیح ـــــ	٩٦

عنوان	صفحہ
''ح'' کا تلفظ اور معنیٰ ـــــ	٩٧
آنکھوں میں سرمہ لگانے کا طریقہ ـ	٩٧
بیان اختلافِ الفاظ ـــــ	٩٨
بعضِ الفاظ حدیث کی تشریح ـــــ	٩٨
منافع دنیویہ کے ساتھ تعلیل ـــــ	٩٩
بعض الفاظ حدیث کی تشریح ـــــ	١٠٠
ایرادِ حدیث کا مقصد ـــــ	١٠١
باب ماجاء فی لباس رسول اللهؐ (حضورؐ کے لباس کے بارے میں)	١٠٢
گذشتہ باب سے ربط ـــــ	١٠٢
لباس کی فضیلت ـــــ	١٠٢
لباس کے پانچ اقسام واحکام ـــ	١٠٣
لباس میں اعتدال ـــــ	١٠٣
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ـــ	١٠٤
لفظِ قمیص کی لغوی، عرفی، نحوی تحقیق ـ	١٠٥
قمیص مبارک ـــــ	١٠٥

Marfat.com

عنوان	صفحہ
ایک تعارض کا جواب ------	۱۰۶
قمیص کیوں پسند تھی؟ -------	۱۰۷
لباس میں کفایت شعاری ------	۱۰۷
دونوں روایات میں سند کا فرق ---	۱۰۸
سند کی بحث اور سابقہ روایات سے فرق	۱۰۹
آستین مبارک -------	۱۱۱
بیانِ حکمت --------	۱۱۱
ایک تعارض کا حل -------	۱۱۱
لفظ ''رھط'' کا معنیٰ وتشریح ----	۱۱۴
بیعت کی تین قسمیں -------	۱۱۴
گریبان مبارک ------	۱۱۵
کمالِ محبت کے تقاضے ------	۱۱۵
لفظ ''جیب'' کی تشریح ------	۱۱۶
شقِ جیب صدر پر تھا ------	۱۱۶
مسنون گریبان -------	۱۱۷
گریبان میں ہاتھ کیوں؟ ----	۱۱۷
صحابیؓ کی وارفتگی -------	۱۱۸
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ---	۱۱۹

عنوان	صفحہ
حضرت اسامۃ بن زیدؓ ------	۱۲۰
ثوبِ قطری کا معنیٰ -------	۱۲۱
التوشح کا مفہوم --------	۱۲۱
یہ واقعہ مرض الوفات کا ہے -----	۱۲۱
غلبۂ ذوق حدیث --------	۱۲۲
یحییٰ بن معینؒ --------	۱۲۳
جب حضورؐ نیا کپڑا پہنتے ------	۱۲۴
لفظِ کاف کی توجیہ ------	۱۲۵
دعاء مسنون کا مفہوم -------	۱۲۶
کپڑا پہننے کی دیگر دعائیں ------	۱۲۷
جب دوسرے شخص کو نیا کپڑا پہنے دیکھے	۱۲۷
الحبرۃ کا معنیٰ اور تشریح ------	۱۲۸
قمیص اور الحبرۃ 'تعارض کا جواب	۱۲۹
الحبرۃ کیوں پسند تھی ------	۱۲۹
حلۃ حمرآء کا معنیٰ وحکم -----	۱۳۱
تہبند' پاجامہ کا مسنون معیار ----	۱۳۲
صحابہ کرامؓ کے ذوقِ محبت کا اظہار -	۱۳۳
بعضِ الفاظ حدیث کی تشریح ---	۱۳۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
ایک تعارض سے جواب------	۱۳۶
لباس فقر اور لباس فاخرہ میں فرق--	۱۳۷
حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا ارشاد--	۱۳۹
سفید کپڑے کے استعمال کی ترغیب-	۱۴۱
سفید کپڑا اطھر واطیب ہے---	۱۴۳
سیاہ بالوں کی چادر---------	۱۴۴
رومی جبہ-------------	۱۴۵
ایک تعارض سے جواب-----	۱۴۵
غیر مسلم کے بنائے ہوئے کپڑے کا حکم	۱۴۶

عنوان	صفحہ
باب ما جاء فی عیش رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے گذرانِ اوقات کے بیان میں)	۱۴۷
وعلیه ثوبان ممشقان-----	۱۵۰
بخ بخ کا معنی اور تلفظ-------	۱۵۰
ابوھریرہؓ حالتِ فقر و جوع میں--	۱۵۱
حضورؐ مجموعہ فقر و غنیٰ تھے-----	۱۵۳
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح----	۱۵۴
مولانا محمد زکریاؒ کی توجیہ-----	۱۵۵
تنبیہ ------------	۱۵۶

Marfat.com

الحمد لحضرة الجلالة والصلواة والسلام علی خاتم الرسالة

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکُ

فضائے ملک بلکہ فضائے عالم کی اس تیرگی میں محمد بن عبداللہ ایک نوعمر یتیم کھڑا ہوتا ہے' اور اپنی پاک اور پاکیزہ کتابِ زندگی کے ہر ورق کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اور اپنی زندگی کا ایک کامل و مکمل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر کے' حوصلہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا بنایا جائے۔ ایک طرف ساز وسامان سے محرومی ہے۔ ہر پہلو سے بے کسی اور بے بسی ہے' ہر اعتبار سے بے اختیاری ہے' اور دوسری طرف ملک وقوم کی اصلاح کی امنگیں ہیں' بلکہ کہنا چاہیئے کہ ساری کائناتِ انسانی کے سدھارنے کے حوصلے ہیں۔ لیکن ''اصلاحِ قوم'' آج کل کے مفہوم میں نہیں' اسلئے نہ کسی انجمن کی بنیاد پڑتی ہے' نہ کوئی پارٹی بنائی جاتی ہے' نہ کسی کمیٹی کے لئے کوئی فنڈ کھولا جاتا ہے۔

بلکہ سارا وقت اور ساری قوت اپنے آپ کو تیار کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ یہ نوعمر' حسین وخوشرو ہے' نوجوانی کا خون اس کی رگوں میں بھی گردش کرتا ہے' ملک میں گھر گھر فحش وبے حیائی کے چرچے ہیں' لیکن اس کی نیچی نظروں پر خود حیاداری قربان ہو جاتی ہے۔ مئے ناب کے ساغر ہر طرف چھلک رہے ہیں' پیمانہ چاروں طرف گردش میں ہے' لیکن اس کے

Marfat.com

دامنِ تقویٰ پر فرشتے تک نماز پڑھنے کے آرزومند ہیں۔لوگ لڑ رہے ہیں' یہ صلح کرا رہا ہے۔ قوم چھیننے میں مصروف ہے' یہ بانٹنے میں' دنیا تحصیل وفراہمی میں لگی ہوئی ہے' اور یہ عطاو بخشش میں۔عالم مخلوق پرستی کی لعنت میں مبتلا ہے' ایک اسکے دل میں خالق کی لو لگی ہوئی ہے

ساری اصلاحوں کی بنیاد تو ایک ہی اصلاح ہے یعنی بندہ کا مالک سے تعلق پیدا ہو جانا اس ٹوٹے ہوئے رشتے کا جڑ جانا' اور شرک کی بھول بھلیو سے نکل کر توحید کی شاہراہ پر آجانا۔یہاں بھی دھن تھی تو اسی کی' اور فکر تھی تو اسی کی' رات کی نیند' دن کی مشغولی' ہر شے اسی کی نذر تھی۔

آفتاب اور ماہتاب کی گردشیں اپنی اپنی میعادیں پوری کر رہی ہیں۔بچے جوان ہوتے ہیں اور جوان ادھیڑ ہو رہے ہیں۔موتی صدف کے اندر اور لعل وجواہر کانوں میں نشو ونما پا رہے ہیں۔عالم قدس کا یہ ''درِّ یتیم'' ﷺ چالیس برس کے سن میں اپنی پختگی کو پہنچتا ہے' عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ راہِ ہدایت پانے کا جوش وولولہ بھی ترقی پر ہے' اور ''یافت'' کی تڑپ روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے' یہاں تک کہ نوبت یہ پہنچتی ہے کہ آبادی کے شور وغل سے الگ' انسانوں کے مجمع سے دور' ایک غار کے سکون وخلوت میں ہفتوں کے ہفتے اسی سوچ بچار' اسی گرہ کی کشائش کے نذر ہونے لگتے ہیں' اس وقت ایک غیبی سہارا دستگیری کرتا ہے اور منصبِ ارشادِ خلق وہدایتِ عالم پر سرفرازی کا پروانہ ملتا ہے۔

کٹھن کام اب شروع ہوتا ہے' ایک طرف ملکِ حجاز کی قوت وجمعیت ہے' اور دوسری طرف تن تنہا ایک فرد اصلاح وہدایت کا کام ہاتھ میں لینے والا' صدیوں کی پڑی ہوئی خصلتوں کا چھڑانا' سینکڑوں برس کے زنگ دلوں سے دور کرنا' ایک دو شخص نہیں' ایک خاندان نہیں' ایک قبیلہ نہیں' سارے ملک کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنا' پھر زندگی کی کوئی ایک صنف نہیں' ہر صنف اور ہر شعبۂ زندگی کو نئے سرے سے بدلنا' اور یہ پیام پہنچانا کہ اپنی زندگی بالکل نئی کر لو' مال ودولت کی محبت چھوڑ دو' بخل اور کنجوسی کو چھوڑ دو' حرصِ حکومت وہوسِ جاہ کو

Marfat.com

چھوڑ دو' اپنی جھوٹی شاعری اور موسیقی کو چھوڑ دو' رشوت' سودخوری کو چھوڑ دو' خیانت اور بدمعاملگی کو چھوڑ دو' جوئے اور شراب کو چھوڑ دو' بے حیائی اور بدکاری کو چھوڑ دو' عورتوں اور غلاموں پر ظلم کرنا چھوڑ دو' لڑکیوں کے زندہ دفن کر دینے کو چھوڑ دو' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے معبودانِ باطل کو چھوڑ دو' اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا' کہ گویا ایک نازک ولطیف شیشہ کی ٹکر' ایک ٹھوس اور سخت چٹان سے لگی' ساری شیطانی اور طاغوتی قوتوں نے اکھٹے ہو کر اس زمزمہ سرائے توحید پر یلغار کر دیا۔

کنبہ والے بگڑے کہ سارے کنبہ سے یہ انوکھی بات کیسی زبان سے نکالی ---- برادری والے روٹھے' کہ باپ دادا کی ریت رسم کو کس منہ سے برا ٹھہرایا۔ بستی والے الجھے کہ امن وچین کی زندگی میں یہ خواہ مخواہ ایک تفرقہ وفساد کھڑا کر دیا۔ غرض خاندان مخالف' برادری مخالف' شہر کی ساری آبادی مخالف' وطن کے در و دیوار مخالف اور چشمِ ظاہر میں تو یہ نظر آنے لگا کہ وہ جو اس بزمِ ہستی کا صدر بنا کر بھیجا گیا' زمین کے ذرے اس کے مخالف' آسمان کے تارے اس کے مخالف۔

ایک طرف ادائے فرض کا احساس۔ دوسری طرف مخالفتوں کا یہ ہجوم بے پایاں' عین اس وقت جبکہ عالمِ بشریت میں سامانِ تسکین وتشفی ممکن نہ تھا۔ یہ صدائے غیب کانوں میں آتی ہے کہ اے ہمارے پیارے اور فرمانبردار بندے! گھبرانے اور ہمت چھوڑنے کی کوئی بات نہیں۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور ہم نے تو تیرا ذکر بلند کر رکھا ہے۔

یہ معنی ہیں ''یتیم کے راج'' کے، یہ تفسیر ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی' کسی ایک صوبہ پر نہیں' کسی ایک جزیرہ پر نہیں' کسی ایک ملک پر نہیں' دنیا پر۔ دنیا کے دلوں پر' آج حکومت ہے تو اسی یتیم کی' راج ہے تو اسی اُمی کا' روشن خیال مصری دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اسی کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوا' خوش عقیدہ افغانی ڈھونڈتا ہے پناہ تو اسی اسمِ پاک کی' جانباز ترک دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اسی کے نام کا کلمہ پڑھتا ہوا' اور مراکش کا مجاہد سینہ پر

Marfat.com

گولی کھا کر گرتا ہے تو اسی کے نام کی بلندی کی گواہی دیتا ہوا۔ شاعر اگران مشاہدات کے بعد بے خود ہو کر پکار اٹھے۔

کہ ہمسر نام الٰہی نام تست ۔۔۔۔ تو کون اس کی زبان پکڑ سکتا ہے۔۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ

آئندہ صفحات میں اسی درِ یتیم خاتم النبیین ﷺ کے روئے زیبا کے تابانیوں کی ایک جھلک محبین صادقین اور مخلصین والہین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ یہ شرح شمائل ترمذی کے سلسلہ کا دوسرا حصہ ہے جس میں شمائل ترمذی" کے اٹھتالیس (۴۸) احادیث کی تشریح وتوضیح کردی گئی ہے جو سب کے لئے نورِ ایمان کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

مئے گلگوں میں تسکینِ دل وجان ڈھونڈنے والو
سرور وکیف ذکرِ ساقی کوثر سے ملتا ہے

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

۱۵ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ/ ۲۵ مارچ 2005ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! باب رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بیان میں

(۱/۲۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْہِ .

ترجمہ! ہمیں علی بن حجرؒ نے بیان کیا۔ ان کو اسماعیل بن ابراہیم نے حُمید کے حوالے سے خبر دی اور انہوں نے یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی، وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

راوی حدیث (۹۲) اسماعیل بن ابراہیم کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ مضامین :

باب ماجاء .. اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ روایات نقل کی ہیں جن میں حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک پر بالوں کی اس کیفیت کا ذکر ہے کہ وہ کتنے لمبے اور کتنے چھوٹے تھے، زیادہ تھے یا تھوڑے نیز آپؐ کے بالوں پر تیل لگانے اور مانگ نکالنے کی

Marfat.com

کیفیت کا بھی ذکر ہے اگر چہ آپ کے بالوں مبارک کا بیان گذشتہ ابواب کی احادیث میں ضمناً گذر چکا ہے اب اس باب کے تحت مصنفؒ مستقلاً ان کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

عقد الامام الترمذی هذا الباب لاخبار الواردة فی شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم طولاً وقصراً وکثرة وقلة وعن کیفیة تسریحةٍ او تفریقةٍ (الاتحافات ص ۶۴) (امام ترمذیؒ نے اس باب کا عنوان ان احادیث کے متعلق باندھا جو آپ ﷺ کے سر کے بالوں مبارک کے بارے میں وارد ہوئے ہیں یعنی ان کی کیفیت بلحاظ قلت وکثرت اور لمبے چھوٹے ہونے، مانگ نکالنے، تیل لگانے وغیرہ کے بیان میں ہے)۔

لفظِ شعر (بال) باب نصر سے آتا ہے جمع شعرات آتی ہے۔

سر کے بال اور حضور اقدس ﷺ کا معمول:

شیخ ابراھیم البیجوریؒ نے ابن العربیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سر پر بال رکھنا زینت ہے ان کا چھوڑنا سنت ہے اور ان کا مونڈنا بدعت ہے قال ابن العربی والشعر فی الرأس زینة وترکه سنة وحلقه بدعة (مواهب ص ۴۵).

نیز انہوں نے شرح المصابیح کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد حضور اقدسؐ نے سوائے حدیبیہ کے، عمرۃ القضا اور حجۃ الوداع کے سالوں کے بال نہیں منڈوائے اور سوائے ایک بار کے بال کم نہیں کرائے (کما فی الصحیحین) (جیسے کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے۔

صاحب مواھب کے الفاظ یہ ہیں قال وفی شرح المصابیح لم یحلق النبی رأسه فی سنی الهجرة الا فی عام الحدیبیة وعمرة القضاء وحجة الوداع ولم یقصر شعره الامرة واحدة کما فی الصحیحین (مواهب ص ۴۵)

نصفِ کانوں تک بال:

قال کان شعر رسول الله ﷺ الی نصف اذنیه کہ حضور اقدسؐ کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔ دراصل جس صحابی نے حضور اقدس ﷺ کے بال

Marfat.com

مبارک کی جو صورت دیکھی ویسے ہی بیان کردی حضرت انسؓ نے نصف کان تک دیکھے تو ان کا ذکر کردیا اس سے تطبیق بین الاحادیث بھی آجاتی ہے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ والمراد من هذاالشعر هو الذى جمع و عقص وقيل المرادمعظم شعره او فى بعض الاحوال اوحين لا يفرق شعره فلا ينافى الاحاديث الدا لة على كونه بالغاً منكبيه و واقعًا عليهما (جمع ص ٩٠) (اور بالوں کا نصف کانوں تک ہونے سے مراد وہ بال ہیں جو مجتمع اور اکھٹے کیے گئے ہوں اور یا مراد زیادہ بال ہیں یا پھر بعض اوقات واحوال میں ایسے ہونے کا ذکر ہے یا اس وقت جس وقت مانگ نکلی ہوئی نہ ہوتی ہو اس لئے ان توجیہات کر لینے کی صورت میں یہ روایت ان روایات واحادیث کے منافی نہ ہوگی جن میں آپؐ کے بالوں مبارک کا کندھوں تک پہنچنا یا کندھوں پر ہونا مذکور ہے) اس موقع پر شیخ عبدالروفؒ نے لکھا ہے ففی الصحيح عن ابى سعيد ان النبى ﷺ ذكر قوماً يكونون فى امته يخرجون فى فرقةٍ سيماهم التحالق (مناوی ص ٩٠) (حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک قوم کا ذکر فرمایا جو آپؐ کی امت میں ایک فرقہ کی صورت میں پیدا ہوں گے ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ سر منڈوائے ہوئے ہوں گے)۔

....

(٢٤/٢) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَ دُوْنَ الْوَفْرَةِ ..

ترجمہ! ہمیں ھناد بن سری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروۃ سے اخذ کی اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک ایسے پٹھوں سے جو کان کی لو تک ہوا کرتے ہیں ان سے زیادہ تھے اور اُن سے کم تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں یعنی نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔

Marfat.com

راویانِ حدیث (۹۳) عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ (۹۴) ھشام بن عروہؒ (۹۵) عن ابیہؒ اور (۹۶) حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قالت کنت اغتسل انا ورسول الله ﷺ من اناءٍ واحد... کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرلیا کرتے تھے۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں ۔ افادت الحکایة الماضیة بصیغة المضارع استحضارًا للصورة المتقدمة واشارة الی تکراره واستمراره ای اغتسلت مکرراً (جمع ص ۹۱) (کہ حضرت عائشہؓ کا گذشتہ واقعہ کو بصیغہ فعل مضارع نقل کرنے میں سابقہ (اغتسال) کی صورت کا استحضار اور اس کے استمرار اور تکرار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یعنی (ہم دونوں کا ایک برتن سے غسل کرنا) کئی بار کیا ہے)

زوجین کا ایک برتن سے غسل:

من اناء واحد کو امام بخاریؒ نے قدح سے تعبیر کیا ہے وحدده البخاری بالقدح (اتحافات ۶۵) (امام بخاریؒ نے اناء کی تعبیر قدح (کاسہ) سے کی ہے) ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں۔(۱) بعض علماء کرام نے مردوں کے لئے فضل المرأة (عورت کے بقیہ اور زائد) پانی سے غسل کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی مردوں کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا جائز ہے۔ وعلیه الجمهور (جمع ص ۹۲) (جمہور علماء کا یہی مذہب ہے) (۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین کے لئے فضل الرجل (مرد کے بقیہ) پانی کے ساتھ طہارت جائز ہے اور اس کے بالعکس ناجائز ہے۔ (۳) بعض نے عدم جواز کو ان کے علیحدہ علیحدہ خلوت میں پانی کے استعمال کی صورت میں بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنے کی صورت پر حمل کیا ہے اور جواز کو اس صورت پر حمل کیا ہے جب دونوں اکٹھے غسل کریں۔

تطبیق کی صورتیں:

وعلی تقدیر صحة الجمیع یمکن الجمع بحمل النهی علی ما تساقط من

Marfat.com

الاعضاء والجواز علی مابقی فی الاناء بذلک جمع الخطابی وجمع بعضهم بان الجواز فیما اذا اغترفا معاً والمنع فیما اذا اغترف احدهما قبل الآخر وبعضهم حمل النهی علی التنزیه والفعل علی الجواز وهو الظاهر والله اعلم بالسرائر .(جمع ص ۹۲) یعنی اگر ان تمام نہی اور جواز کی صورتوں کو درست تسلیم کرلیا جائے تو بھی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ نہی کو اس پانی کے استعمال پر محمول کیا جائے جو اعضاء (کے دھونے) سے گر جائے اور جواز کو اس پانی پر محمول کیا جائے جو برتن میں بچ جائے، علامہ خطابیؒ نے اسی طرح مختلف روایات کو جمع کیا ہے اور بعض حضرات نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ میاں، بیوی کا ایک ساتھ ایک ہی برتن سے غسل کرنا تب جائز ہے جب دونوں ایک ساتھ چلو سے پانی اٹھائیں اور ممانعت اس صورت میں ہے جب ایک، دوسرے سے پہلے چلو بھر لے۔ بعض نے نہی کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا ہے اور آپؐ کے فعل کو جواز پر اور یہی ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ ہی بھیدوں اور حقیقتِ حال کو بہتر جانتے ہیں۔

ایک برتن سے غسل اور مسئلہ ستر:

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

(۱) ایک برتن سے غسل میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ غسل یکے بعد دیگرے کیے ہوں۔ ومن المعلوم تقدمه صلی الله علیه وسلم کما هو شأن الادب یعنی اس صورت میں آنحضرت ﷺ نے پہلے غسل کیا ہوگا جیسا کہ ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(۲) اور اگر یکجا غسل کرنے کی صورت فرض کرلی جائے تو یقیناً دونوں کے درمیان حجاب ہوگا کما هو الظاهر من جمال حالها وکمال حیائهما (جیسا کہ یہی ان دونوں کے کمالِ حیا کا تقاضا بھی ہے اور ظاہر بھی)

(۳) اور تقدیرِ تکشّف کی صورت میں یقیناً ایک دوسرے کی عورت پر عدم نظر ہوتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے عن عائشة رضی الله عنها ما رأیت فرج رسول الله صلی الله علیه وسلم (حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپؐ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا تھا) جبکہ حضور اقدسؐ تو سیدہ عائشہؓ سے زیادہ حیا والے تھے وقد

Marfat.com

ورد ایضاً فی روایة عنها مارأیت منه ولا رأی منی یعنی الفرج (جمع ص ۹۱) یعنی نہ تو میں نے آپ کی شرمگاہ کو دیکھا تھا اور نہ آپ نے میری شرمگاہ کو دیکھا تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہاتے تھے اسلئے کہ حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کا محل ستر اور آپ نے میرا محل شرم کبھی نہیں دیکھا نیز برتن کے ایک ہونے سے بھی اس پر حجت نہیں اس کی کئی صورتیں ایسی بنتی ہیں کہ غسل بھی ہو جائے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے البتہ اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے۔ (خصائل)۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد :

بعض معتزلی فکر رکھنے والے اور بعض منکرین حدیث، ایسی احادیث کو بہت ہی غلط معانی پہناتے ہیں جن سے ایک مومن کا دل دکھ جاتا ہے حضور اقدس ﷺ تو مجسمہ شرم وحیا تھے اللہ تعالیٰ ایسی بے ہودہ، غلط عقیدوں اور باتوں سے اپنی امان میں رکھیں، مزید تنویر وتوضیح کے لئے استاذی المکرم محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد گرامی بھی مِن وعَن نقل کر دیا جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ایک برتن پر جمع ہو جاتے تھے اور بعض اوقات مرد پہلے وضو کر لیتے عورتیں بعد میں اور کبھی عورتیں پہلے اور مرد بعد میں جس کی بارہ صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں تین صورتیں اصل الاصول (بنیادی) ہیں۔

(۱) فضل طهور رجل (۲) فضل طهور مرأة (۳) فضل طهور هما (۱) مرد کے طہور (وضوٴ غسل) کا بقیہ پانی (۲) عورت کے طہور کا بقیہ پانی (۳) دونوں کے طہور کا بقیہ پانی) مذکورہ ہر سہ صورتوں میں طہور عام ہے جو غسل اور وضو دونوں کو شامل ہے اس اعتبار سے چھ صورتیں متحقق ہوتی ہیں پھر ان چھ صورتوں میں مرأة (عورت) عام ہے جو اجنبی وغیر اجنبی دونوں کو شامل ہے لہذا ۶×۲ کے نتیجے میں ۱۲ صورتیں متحقق ہوتی ہیں اب اگر ایک

Marfat.com

برتن سے وضو کرتے وقت یا غسل کے وقت ایسے مرد عورتیں جمع ہو گئے جو آپس میں محارم تھے یا زوجین تھے یا اجنبی تھے تو اس صورت میں سب کا وضو یا غسل بالاتفاق جائز ہے اور فضل طھور الرجل للمرأۃ (مرد کے طہور کا بقیہ پانی عورت کیلئے) کی صورت بھی بالاتفاق جائز ہے اور فضل طھور المرأۃ للرجل کہ عورت نے اس برتن سے وضو کیا یا غسل اس کے بعد مرد اسی کاسہ میں بچے ہوئے پانی سے غسل یا وضو کرنا چاہے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور امام شافعیؒ فضل طھور المرأۃ للرجل (عورت کے طہور (وضو غسل) کے بقیہ پانی کو مرد کے لئے) کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فضل طھور المرأۃ للرجل (عورت کے طہور (وضو غسل) کے بقیہ پانی کو مرد کیلئے) کی دونوں صورتوں (وضو اور غسل) کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں گو بارہ صورتوں میں صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں امام احمد بن حنبلؒ کا اختلاف ہے باقی دس صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔

جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک یہی ہے کہ اگر مرد اور عورتیں دونوں بیک وقت ایک برتن سے وضو یا غسل کریں تو جائز ہے۔ امام طحاویؒ اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس کی وجہ جواز تحریر فرماتے ہیں کہ جب رجال ونساء ایک جگہ پڑے برتن سے وضو کریں، چلو سے پانی لیتے ہیں یا کسی چھوٹے برتن سے اور اپنے بدن پر ڈالتے ہیں اولاً تو وہ ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہیں پانی کے بہانے میں محتاط رہتے ہیں اور اگر کسی فریق (مرد یا عورت) سے اس میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے تو دوسرا اس کو ٹوک سکتا ہے لہٰذا اس صورت کے پیش نظر مرد وعورت دونوں کو اطمینان ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

کنت اغتسل انا ورسول اللہ ﷺ.. حدیث باب عورتوں اور مردوں کے اکٹھا وضو کرنے کے جواز پر دال ہے اور اگر دونوں اجنبی تھے تو ان کا پردہ ضروری ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے یہ ایک مستقل بحث ہے جو اپنے مقام پر آئے گی۔

اغتسل سے گو "غسل" کا جواز ثابت ہو رہا ہے مگر یہ بھی اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وضو بھی جائز ہے کیونکہ غسل جائز ہے تو لامحالہ وضو تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

Marfat.com

امام طحاویؒ نے اس حدیث سے طھور فضل الماء (بقیہ پانی کے پاک ہونے) کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ جب شارع علیہ السلام نے اجتماعی طور' معیت کی صورت میں وضو اور غسل کو جائز قرار دیا ہے تو یہ اس امر کو بھی مستلزم ہے کہ علیحدہ علیحدہ صورت میں عورت کا بچا ہوا پانی مرد کے لئے اور مرد کا فضلِ وضو عورت کے لئے جائز ہے کیونکہ معیت کی صورت میں ہر دونوں (مرد و عورت) جب دوسرا چلو بھرتے ہیں تو وہ دوسرے کا فضل ہے جب کہ اجتماعی صورت میں تو اس کے جواز پر سب کا اجماع ہے تو انفرادی صورت میں بھی جوازِ فضل پر سب کا اجماع لازم آتا ہے (حقائق السنن جلد ا ص ۲۷۲) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں فضلِ ماء کا مسئلہ ہی نہ ہو بلکہ اناء واحد کا بتلانا مقصود ہو کہ غسل کے لئے ہم ایک ہی برتن استعمال کرتے تھے کہ اسی میں پانی ڈال کر پہلے آپؐ اور پھر دوبارہ اسی برتن میں پانی ڈال کر میں غسل کرتی تھی۔ کیونکہ من اناء واحد کے ساتھ بماء واحد ضروری نہیں۔

فوق الجمّة دون الوفرة :

وکان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة... حضور اقدسؐ کے بال مبارک جُمّہ یعنی گردن سے اوپر اور وفرہ یعنی کانوں کی لو سے نیچے ہوتے تھے۔ صفحہ نمبر ۱۰۸، ۱۰۹ پر اس کی تفصیل اور روایات میں تطبیق کی تفصیل گزر چکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر بال کانوں کی لو تک ہوں تو وفرہ' گردن تک ہوں تو لمّہ اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو جُمّہ کہلاتے ہیں۔ بہر حال بال ایک اضافی امر ہیں جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جب بال بنوانے میں تاخیر ہو جاتی تو بڑھ کر گردن تک آجاتے کبھی مزید تاخیر ہوتی تو کاندھوں تک' یہ مختلف کیفیات مختلف روایات میں منقول ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

روایات میں تطبیق:

(۱) احمد عبد الجواد الدومی لکھتے ہیں وھذه الرواية تخالف رواية ابی داؤد (فوق

83971

Marfat.com

الوفرة ودون الجمة) ولعل الجمع بينهما ان تقول ان رواية ابی داؤد بالنسبة لكثرة الشعر ورواية الترمذی بالنسبة لوصول الشعر ' قال ابن حجر وهو جمع جيّد (اتحافات ص ٦٥) یعنی یہ روایت ابوداؤد کی روایت (فوق الوفرة ودون الجمّة) کے خلاف ہے (کیونکہ یہاں اس روایت میں فوق الجمّہ دون الوفرہ ہے)
ان دو روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں بالوں کی کثرت کی نسبت سے فوق الوفرة ودون الجمّۃ کا کہا گیا ہے اور ترمذی کی اس روایت میں وصولِ شعر کی نسبت سے فوق الجمّہ دون الوفرہ کا ذکر ہے۔
ابن حجرؒ نے اس تطبیق کو عمدہ قرار دیا ہے۔
اکثر محدثین کی بھی یہی رائے ہے کہ مقصد وفرة اور جمة کے بین بین بیان کرنا ہے۔ ابوداؤد کی روایت (دون الجمة فوق الوفرة) میں یا تو قلبِ راوی ہے اور روایت مقلوب ہے یا معنی ظاہری بھی صحیح ہو سکتے ہیں کہ کثرت اور قلت یعنی بالوں کی مقدار بتانا ہے کہ جمّہ سے کم اور وفرہ سے زائد تھے۔
(۲) لفظ فوق اور دون اضداد میں سے ہیں یعنی کم اور زیادہ کے معنی میں مستعمل ہو سکتے ہیں۔ تو روایت باب میں فوق الجمّة و دون الوفرة کے معنی یہ ہوں گے کہ جمّہ سے کم اور وفرہ سے زیادہ یعنی اس روایت میں فوق کا معنی کم اور دون کا معنی زیادہ ہوا اور ابوداؤد کی روایت فوق الوفرة ودون الجمّة کے معنی وفرہ سے زیادہ اور جمّہ سے کم۔ یعنی ابوداؤد کی روایت میں فوق کا معنی زیادہ اور دون کا معنی کم کا ہوا تو پھر بالوں کا محل ایک ہی ہوا کہ گردن سے اوپر اور کانوں کی لو سے نیچے (واللہ اعلم) گویا حضور اقدسؐ کے بال مبارک وفرۃ اور جمة کے بین بین ہوا کرتے تھے۔
علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں کان (شعرہ) متوسطاً بين الجمة والوفرة (مواھب ص ۴۶) (۳) بعض حضرات نے لفظِ ,,دون،، کو اپنے معروف معنیٰ میں لیا ہے تو اس صورت میں معنیٰ ہوں گے جمة سے بھی کم اور وفرة سے بھی کم یعنی وہ انصافِ اذنین (کانوں کے نصف) تک ہوں گے جیسا کہ باب ھذا کی حدیث اول میں اس کی

Marfat.com

تصریح ہے اور بطور ترقی کے فوق الجمة دون الوفرة۔ (جمہ سے اونچے اور وفرہ سے نیچے) کہا گیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد:

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانے میں اس سے زائد اس لئے حضور اقدس ﷺ کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کیے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ نقل کیے۔ بعض علماء نے اس طرح پر بھی جمع فرمایا کہ سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسطِ سر مبارک اس سے نیچے تک اور اخیر سر مبارک کے مونڈھوں کے قریب تک (خصائل ۳۴)۔

(۳/۲۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْقَطَنٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ..

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیعؒ نے بیان کیا انہیں ابوقطنؒ نے خبر دی اور انہیں شعبہؒ نے بیان کیا جنہوں نے ابواسحٰقؒ سے روایت کی ہے اور انہوں نے براء بن عازبؓ صحابی رسول سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ متوسط القامة تھے۔ آپؐ کے دونوں شانوں کا درمیان وسیع تھا آپؐ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔

راویانِ حدیث (۹۷) احمد بن منیعؒ اور (۹۸) ابوقطنؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجمّة کی مزید تشریح!

وکانت جمته، تضرب شحمة اذنيه اور آپؐ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچتے

Marfat.com

تھے۔حدیث کا یہی جملہ ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتا ہے۔

احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں فهذا يرجع لمعظمه اى الشعر ' واما المستدق منه فكان يصل الى المنكبين (اتحافات ص ٦٦) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وقيل لم يرد بالضرب البلوغ والانتهاء بل اراد انه كان يرسلها الى اذنيه ومحاذ اتهما ويحتمل ان يقال الجمة فى هذا الحديث بمعنىٰ الوفرة كما ذهب اليه الزمخشرى من انهما مترادفان وان الجمة هى الشعر الى الاذن ووقع فى ديوان الادب ان الجمة هى الشعر مطلقاً (جمع ص ۹۳) یعنی "الضرب" کے لفظ سے بالوں کی غایت لمبائی مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپؐ بالوں کو دونوں کانوں اوران کے محاذات (برابری) تک چھوڑتے تھے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس حدیث میں ''جُمّه'' بمعنی ''وفره'' کے ہو۔ جیسا کہ زمخشریؒ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے کہ یہ دونوں مترادف ہیں۔ پھر یہ کہ کانوں تک پہونچے ہوئے بالوں کو ''جمّه'' کہتے ہیں اور ''دیوان الادب'' میں ہے کہ ''جُمّه'' مطلق بالوں کو کہتے ہیں۔

(۲۶/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ وَلاَ بِالسَّبْطِ كَانَ يَبْلُغُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ.

ترجمہ! ہمیں بیان کیا محمد بن بشار نے۔ اُن کو وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس میرے والد نے قتادہ کے حوالے سے بیان کیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے انہوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ' نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔

راویان حدیث (۹۹) وہب بن جریرؒ (۱۰۰) حدثنی ابی اور (۱۰۱) حضرت قتادہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

حدیث باب کی تشریح:

قال قلت لانس ... قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور اقدسؐ کے بال مبارک کیسے تھے قال لم یکن بالجعد و لا بالسبط آپؐ کے بال نہ تو شدید گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے یعنی ان میں کسی قدر گھنگھریالہ پن پایا جاتا تھا۔ اور آپؐ کے بال مبارک کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔ اس طوالت کو عرف میں وفرہ کہتے ہیں اس کی مفصل تشریح صفحہ نمبر ۱۰۸ پر لکھی جا چکی ہے۔

(۵/۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ عُمَرَ الْمَکِّیُّ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاھِدٍ عَنْ اُمِّ ھَانِئٍ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا مَکَّۃَ قَدْمَۃً وَلَہٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ .

ترجمہ! ہمیں محمد بن یحیٰ بن ابی عمر مکی نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیان بن عیینہ نے انہوں یہ روایت نقل کی ابن ابی نجیح سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت اخذ کی۔ مجاہد نے امِّ ھانی بنت ابی طالب سے روایت لی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپؐ کے بال مبارک چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہور ہے تھے۔

راویانِ حدیث (۱۰۲) محمد بن یحیٰ بن ابی عمرؒ (۱۰۳) سفیان بن عیینہؒ (۱۰۴) ابن ابی نجیحؒ (۱۰۵) مجاہدؒ اور (۱۰۶) حضرت ام ھانیؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ولہ اربع غدائر کی تحقیق:

قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علینا مکۃ قَدْمَۃً وَلَہٗ اربعُ غدائِرَ جب آپؐ مکۃ المکرّمہ میں ہمارے پاس تشریف لائے قدمۃً ای مرۃً من القدوم'۔ (قدمۃ کا معنیٰ ایک بار جب آنا ہوا) اور یہ قدوم فتح مکہ کے موقع پر ہے۔

Marfat.com

غدائر ' غدیرۃ کی جمع ہے بالوں کی لٹیں 'زلفیں' چوٹی اور مینڈھی جو گندھی ہوئی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی کھلے طور پر تقسیم شدہ ہوں اس کے لئے ضفائر اور ذوائب کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے وقیل الغدیرۃ ھی الذوائبۃ والضفیر ھی العقیصۃ (اتحافات ص ۶۷)۔(اور بعض کہتے ہیں کہ غدیرہ وہ ذوائبہ ہے اور ضفیرہ وہ عقیصہ (قدرتی طور پر گندھی ہوئی) ہے)حضور اقدس ﷺ نے ازخود کبھی بھی بالوں کی مینڈھیاں نہیں بنائیں بلکہ بعض اوقات قدرتی طور پر آپؐ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم ہوجایا کرتے تھے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح مینڈھیاں رکھنا مکروہ ہیں حدیث میں مینڈھیوں سے مراد وہی ہیں جن میں تشبّہ۔(عورتوں سے مشابہت) نہ ہو کیونکہ تشبّہ کی آپؐ نے خود ممانعت فرمائی ہے۔

مکہ شریف قدوم میمنت :

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدومات اربعۃ لمکۃ عمرۃ القضاء وفتح مکۃ وعمرۃ الجعرانۃ ولحجۃ الوداع (جمع ص ۹۵)

گویا آپؐ نے مکۃ المکرمۃ تشریف آوری چار مرتبہ فرمائی اولاً عمرۃ القضاء میں جو ہجرت کا ساتواں سال تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانۃ کے لئے جانا ہوا پھر ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر۔ امِ ھانیؓ کے گھر تشریف آوری فتح مکہ کے موقع پر ہوئی علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں وھذہ المرۃ کانت فی فتح مکۃ (مواھب ص ۴۸) وحینئذٍ اغتسل و صلی الضحیٰ فی بیتھا(جمع ص ۹۵) یعنی اس موقع پر آپؐ نے غسل فرمایا اور حضرت ام ھانیؓ کے گھر چاشت کے نوافل پڑھے

(۲۸/۶) حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْهِ ..

ترجمہ! ہمیں سوید بن نصر نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا انہوں نے یہ

Marfat.com

روایت معمر سے لی اور معمر نے اخذ کی ثابت بنانی سے وہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بال مبارک نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

راویانِ حدیث (۱۰۷) سوید بن نصرؒ (۱۰۸) عبداللہ بن مبارک (۱۰۹) معمرؒ اور (۱۱۰) ثابت البنانیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایرادِ حدیث کا مقصد:

ان شعر رسو ل اللہ ﷺ کان الی انصاف اذنیہ یعنی حضور اقدسؐ کے بال مبارک آپؐ کے نصف کانوں تک تھے اس مضمون کی حدیث اس باب کے آغاز میں بھی آ چکی ہے۔

شیخ ابراھیم البیجوریؒ لکھتے ہیں باضافۃ الجمع الی المثنی کما فی قولہ تعالیٰ فقد صغت قلوبکما والمراد بالجمع مافوق الواحد (مواہب ص ۴۸) (کہ اس حدیث میں اضافت جمع (انصاف) کی تثنیہ (اذنیہ) کی طرف ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک کے لفظِ قلوب کی اضافت کما ضمیر تثنیہ کو ہے اور جمع سے مراد ایک سے زائد ہونا ہے)

یعنی ''انصاف اُذُنَیہ'' میں صیغہ جمع (اَنصاف) کی اضافت صیغہء تثنیہ (اُذنین) کی طرف ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے ارشاد ''فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا'' میں ہے اور قلوبکما میں جمع سے مراد مافوق الواحد ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں والمقصود من ایراد ھذا الحدیث من روایۃ ثابت عن انس ھنا مع ما تقدم من روایۃ حُمید عنہ فی اول الباب تقویۃ الحدیث المذکور وانہ روی باسنادین وانتفاء ما یتوھم من تدلیس حمید (جمع ص ۹۶) یعنی ثابت عن انس کی روایت سے اس حدیث کو یہاں لانا باوجود یہ کہ اسی طرح باب کے شروع میں حمید عن انس کی روایت مذکور ہے۔ دراصل اس کا مقصد حدیث مذکور کی تقویت اور یہ بات کہ یہ دو سندوں سے مروی ہے نیز ''حمید'' پر تدلیس کا جو توھم تھا، اس کا دفعیہ بھی مقصود ہے۔

....

(۲۹/۷) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ

Marfat.com

الزُّهْرِيّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ أَهْلُ الْكِتٰبِ يَسْدِلُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتٰبِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْفِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ ..

ترجمہ! ہمیں سوید بن نصر نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے یونس بن یزید سے اورانہوں نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ نے خبردی اور انہوں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اوّلاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے پیچھے ڈال دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب بغیر مانگ نکالے بالوں کو پیچھے ڈال لیتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ ابتداءً ان امور میں جن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے (لیکن اس کے بعد یہ منسوخ ہوگیا اسلئے کہ حضور اقدس ﷺ مخالفتِ اہل کتاب کرنے لگے) اور پھر آپؐ نے سر کے بالوں میں مانگ نکالنا شروع کردیا تھا۔

راویان حدیث (۱۱۱) یونس بن یزیدؒ اور (۱۱۲) عبیداللہ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سدلِ شَعر کی صورت:

کان یسدل شعرہ .. مضمون حدیث تو ترجمہ میں واضح کردیا گیا ہے۔ حضور اقدسؐ اپنے بالوں کو مانگ نکالے بغیر پیچھے ڈال دیا کرتے تھے۔ سدل یسدل کا لفظی معنیٰ ہے۔ پیچھے ڈالنا۔ وقيل السدل ان يرسل الشخص شعره من ورائه ولا يجعله فرقتين وهو المناسب للمقابلة بقوله وكان المشركون يفرقون (جمع ص ۹۶)

یعنی بعض حضرات نے کہا ہے کہ سدل یہ ہے کہ بالوں کو ویسے ہی پیچھے چھوڑ دے اور اس کو دو حصوں میں تقسیم نہ کرے اور یہ تشریح مناسب ہے اس قول کے مقابلہ میں کہ ''مشرکین سر

Marfat.com

کے بالوں میں مانگ نکالتے تھے"۔

شیخ ابراھیم الیجوریؒ فرماتے ہیں ای یرسل شعرہ حول راسہ (مواھب ص۴۸) یعنی بالوں کو سر کے ارد گرد چھوڑ دیتے تھے اور ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ وقیل علی الجبین فیکون کالقصۃ (مواھب ص۴۸) (اور بعض کہتے ہیں کہ بالوں کو ماتھے پر گچھا کی مانند چھوڑ دیتے)۔

مانگ نکالنے میں مشرکین اور اہل کتاب کا عمل:

وکان المشرکون یفرقون رؤسھم یعنی مشرکین لوگ اس زمانے میں سر کے بالوں میں فرق نکالتے تھے۔ یفرقون' چاہے مجرد ہو چاہے باب افعال سے ہو یا باب تفعیل سے سب کا معنیٰ ایک ہے وقال العسقلانیؒ الفرق قسمۃ الشعر والمفرق وسط الراس واصلہ من الفرق بین الشیئین (جمع ص۹۶) (علامہ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: فرق، بالوں کے تقسیم ہونے کو کہتے ہیں جبکہ مَفْرِق سر کے بیچ کو کہتے ہیں) اور اس کا مادہ اور بنیاد دو چیزوں کے درمیان فرق (فاصلہ) کرنا ہے۔ شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ نے لکھا ہے والفرق قسم الشعر قسمین علی الیمین والیسار وھو ضد السدل الذی ھو الارسال من سائر الجوانب (اتحافات ص۶۸) یعنی فَرْق بالوں کو دو حصوں، دائیں اور بائیں پر تقسیم کرنے کو کہتے ہیں اور یہ سدل کی ضد ہے، سدل سارے اطراف سے بال چھوڑنے کو کہتے ہیں۔

موافقتِ اہل کتاب کی توجیہات:

وکان اھل الکتاب... یعنی اہل کتاب عام طور پر مانگ نہیں نکالتے تھے بلکہ بالوں کو پیچھے ڈال دیا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ ایسے امور میں جن میں بذریعہ وحی کوئی حکم نہیں آتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے جو مشرکین سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بہتر تھے۔

اہل کتاب کی موافقت پر علماء نے توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) یہ أھون البلیتین (دو مصیبتوں میں سے آسان کو) اختیار کرنے کے قبیل سے

Marfat.com

ہے کیونکہ مشرکین کے تو سب اعمال شیطانی ہوتے ہیں جب کہ اہل کتاب کے اعمال اور روایات میں آسمانی ہونے کا احتمال بھی ہے۔ایک اعتراض یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ بعض احادیث اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اہل کتاب کی بھی مخالفت کی گئی ہے شارحین حدیثِ جواب میں کہتے ہیں۔کہ

(۱) یہ تو اثرِ صحابی ہے اور وہ احادیث مرفوعہ صحیحہ ہیں لہذ التعارض نہ ہوگا۔

(۲) یا اسے ابتداء اسلام پر حمل کیا جائے گا کہ آپ نے اہل کتاب کے تالیفِ قلوب کے لئے ان کے اعمال کی موافقت اختیار فرمائی، ان اعمال میں ایک عمل مانگ نکالنا بھی تھا لیکن پھر جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور اسلام مستغنی ہو گیا تو پھر خالفوهم (کہ ان کی مخالفت کرو) کا حکم دیا گیا تو یہ روایت منسوخ ہوگی۔

امام نووی فرماتے ہیں جن امور میں حضور اقدس ﷺ کو احکام نہیں ملے تھے اور وحی نازل نہ ہوئی تھی ان امور میں موافقتِ اہل کتاب کی علماء نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں ایک غرض تو تالیفِ قلوبِ اہل کتاب تھی (جیسا کہ پہلے بھی یہی عرض کیا جا چکا ہے) کہ بتوں کے پجاریوں کے خلاف ان کی انگیخت کی جائے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں فلما اغناه الله تعالیٰ عن ذلک واظهر الاسلام خالفهم فی امور کصبغ الشیب وغیر ذلک انتهی حیث ورد ان اهل الکتاب لا یصبغون فخالفوهم ومنها صوم یوم عاشوراء. ثم امر بنوع مخالفة لهم فیه بصوم یوم قبله او بعده ومنها استقبال القبلة ومخالفتهم فی مخالطة الحائض ومنها النهی عن صوم یوم السبت وقد جاء ذلک من طرق متعددفی النسائی وغیره وصرح ابو داؤد بانه منسوخ وناسخه حدیث ام سلمة انه صلی الله علیه وسلم کان یصوم یوم السبت ویوم الاحد یتحری ذلک ویقول انهما یوما عید الکفار وانا احب ان اخالفهم وفی لفظ مامات رسول الله ﷺ حتی کان اکثر صیامه یوم السبت .والاحد اخرجه احمد والنسائی واشار بقوله یوما عید ان السبت عید الیهود والاحد عید النصاری وقال آخرون یحتمل انه امر باتباع شرائعهم فیما لم یوح الیه بشئی وعلم انهم لم یبدلوه (جمع ص ۹۷)

Marfat.com

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اہل کتاب کی موافقت سے مستغنی کیا اور اسلام کو غالب کیا تو آنحضرتؐ نے کئی امور میں اہل کتاب کی مخالفت کی جیسا کہ (داڑھی کے) سفید بالوں میں مہندی لگانا وغیرہ۔ روایت میں ہے کہ اہل کتاب سفید بالوں میں مہندی نہیں لگاتے لہٰذا تم (مسلمان) ان کی مخالفت کرو، اسی طرح عاشوراء کے دن کے روزہ میں بھی آپؐ اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے پھر یوم عاشوراء سے ایک روز قبل یا ایک روز بعد کا ملانے کا حکم دیا تا کہ اہل کتاب کی مخالفت ہو جائے اسی طرح استقبالِ قبلہ، حائضہ عورت کے ساتھ نشست و برخاست اور ہفتہ کے دن روزہ رکھنے میں بھی ان کے ساتھ مخالفت کا حکم فرمایا۔ تاہم نسائی وغیرہ میں متعدد طرق سے یہ روایت مروی ہے کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا حکم منسوخ ہے۔ امام ابوداؤد نے اس کے ناسخ کی تصریح کی ہے جیسا کہ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ہفتہ اور اتوار کے دن روزہ رکھنے کو پسند کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ دو دن کفار کے عید کے دن ہیں اور میں (ان دنوں میں روزہ رکھ کر) ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ اکثر ہفتہ اور اتوار کے دن روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہوا۔ عید کے دو دن سے مراد یہ ہے کہ ہفتہ یہودیوں کی عید کا دن ہے جبکہ اتوار عیسائیوں کی عید کا دن ہے۔ بعض حضرات نے یہ احتمال ذکر کیا ہے کہ جن امور میں آپؐ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی ان میں آپ اہل کتاب کی شریعت کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور آپؐ کو یہ بات معلوم تھی کہ انہوں نے ان امور میں تبدیلی نہیں کی ہے۔

مانگ نکالنا افضل ہے:

ثم فرق رسول الله ﷺ راسه پھر بعد میں آپؐ نے سر کے بالوں میں مانگ نکالنا شروع کر دی جب مشرکین مارے جا چکے ان کے غلبہ کے امکانات اور شوکت ختم ہوئی یا ملک بدر ہو گئے اور اہل کتاب کے تالیفِ قلب کی ضرورت نہ رہی تو آپؐ بھی اہل کتاب کی مخالفت میں ایسا کرنے لگے۔ شیخ ابراہیم الیجوریؒ فرماتے ہیں ثم فرق ای القی

Marfat.com

شعره الی جانبی رأسه وحکمة عدوله عن موافقة اهل الکتاب ان الفرق انظف وابعد عن الاسراف فی غسله وعن مشابهة النساء ' والحدیث یدل علی جواز الامرین والامر فیه واسع لکن الفرق افضل لکون النبی ﷺ رجع الیه آخراً ولیس بواجب فقد نقل ان من الصحابة من سدل بعد ولو کان الفرق واجباً لما سدلوا (مواهب ص ۴۸)

(پھر آپؐ نے مانگ نکالنا شروع کیا، یعنی بالوں کو سر کے دونوں طرف ڈال دیتے تھے۔ اہلِ کتاب کی موافقت سے پھیر جانے کی حکمت یہ تھی کہ مانگ نکالنے میں صفائی زیادہ ہوتی ہے اور دھونے میں اسراف سے بعید ہوتا ہے اور اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی نہیں ہوتی۔ تاہم حدیث سے دونوں (مانگ نکالنے اور نہ نکالنے) کا جواز معلوم ہوتا ہے اس میں توسع ہے لیکن مانگ نکالنا افضل ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو آخر میں اختیار فرمایا، تاہم یہ واجب بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ بھی منقول ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ اس کے بعد بھی سدل کرتے تھے اگر مانگ نکالنا واجب ہوتا تو وہ سدل کیوں کرتے)۔

(۳۰/۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیِّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ نَافِعِ الْمَکِّیِّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اُمِّ هَانِیٍ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَا ضَفَآئِرَ اَرْبَعٍ.

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشارؒ نے بیان کیا انہیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی انہوں نے روایت ابراہیم بن نافع مکی سے نقل کی اور انہوں نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے۔ وہ مجاہد سے روایت بیان کرتے ہیں اور انہوں نے اُمِّ ھانیؓ کے واسطہ سے روایت نقل کی ہے۔ اِمِّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو چار گیسوؤں والا دیکھا۔

راویانِ حدیث (۱۱۳) عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور (۱۱۴) ابراہیم بن نافع المکی کے حالات "تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایات باب میں تطبیق :

حضور اقدس ﷺ کے بالوں سے متعلق چونکہ روایات میں اختلاف ہے اس لئے ملاعلی قاریؒ

Marfat.com

تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں فهذه ست روايات الاولىٰ نصف اذنيه الثانية الى شحمة اذنيه الثالثة بين اذنيه وعاتقه الرابعة انه يضرب منكبيه الخامسة قريب منه السادسة له اربع غدائر یعنی (بالوں کی درازی سے متعلق)۔

یہ کل چھ روایات ہیں پہلی روایت میں ہے کہ بال مبارک دونوں کانوں کے نصف تک تھے، دوسری روایت: کانوں کی لوتک تھے، تیسری روایت: کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے، چوتھی روایت: شانوں سے لگے ہوئے تھے، پانچویں روایت: شانوں کے قریب تھے، چھٹی روایت: اس کے چار مینڈھیاں تھیں۔

شیخ ابراھیم البیجوریؒ تطبیق وتوفیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جمع القاضی عياض بينهما بان من شعره ما كان فی مقدم رأسه وهو الذی بلغ نصف اذنيه وما بعده وهو الذی بلغ شحمة اذنيه والذی يليه هو الكائن بين اذنيه وعاتقه وما كان خلف الراس هو الذی يضرب منكبيه او يقرب منه وجمع النووی تبعالابن بطال بان الاختلاف كان دائراً علی حسب اختلاف الاوقات فی تنوع الحالات فاذا قصره كان الیٰ انصاف اذنيه ثم يطول شيئاً فشيئاً واذا غفل عن تقصيره بلغ الیٰ المنكبين فعلی هذا ينزل اختلاف الرواة فكل واحد اخبر عما رآه فی حين من الاحيان وكل من هٰذين الجمعين لايخلو عن بعد اماالاول فلان الظاهر ان من وصف شعره صلی الله عليه وسلم اراد مجموعه اومعظمه لاكل قطعتمنه واما الثانی فلانه لم يرد تقصير الشعر منه صلی الله عليه وسلم الا مرة واحدة كما وقع فی الصحيحين فالاولیٰ الجمع بانه صلی الله عليه وسلم حلق راسه فی عمرته وحجته وقال بعض شراح المصابيح لم يحلق النبی راسه فی سنی الهجرة الا فی عام الحديبية ثم عام عمرة القضاء ثم عام حجة الوداع فاذا كان قريباً من الحلق كان الی انصاف اذنيه ثم يطول شيئاً فشيئاً فيصير الی شحمة اذنيه وبين اذنيه وعاتقه وغاية طوله ان يضرب منكبيه اذا طال زمان ارساله بعد الحلق فاخبر كل واحد من الرواة عمار آه فی حين من الاحيان واقصرها ما كان بعد حجة الوداع فانه توفی بعدها بثلاثة اشهر (مواهب ص ۴۹) یعنی قاضی عیاضؒ نے ان روایات کواس طرح جمع کیا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصہ پر جو بال تھے وہ کانوں کے نصف تک پہنچے ہوئے تھے اس

Marfat.com

سے متصل بال کانوں کے لو تک پہنچے ہوئے تھے اس کے نیچے حصہ کے بال کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے جبکہ سر کے پیچھے حصہ کے بال شانوں سے لگے ہوئے تھے یا ان کے قریب تھے۔ علامہ نوویؒ نے ابن بطال کی متابعت میں یوں تطبیق دی ہے کہ حالات اور اوقات کے اختلاف کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہوا۔ پس جب آپؐ قصر فرماتے تو کانوں کی نصف تک ہوتے پھر تھوڑے بڑھ جاتے اور جب آپؐ بالوں کی قصر پر توجہ نہ دیتے تو وہ بڑھ کر کبھی کندھوں تک پہنچ جاتے اس طرز عمل کی وجہ سے راویوں میں بھی اختلاف ہوا، لہذا جس راوی نے آپؐ کے بالوں کو جس حالت (قصر یا درازی) پر دیکھا، اس طرح اس کو بیان کیا تاہم مذکورہ دونوں تطبیقات بُعد سے خالی نہیں ہیں پہلی تطبیق تو اس وجہ سے کہ جس راوی نے آپؐ کے بالوں کی صفت بیان کرنا چاہی تو اس نے آپؐ کے مجموعی یا اکثر بالوں کی صفت بیان کی ہے نہ کہ سر کے ہر حصہ کے بالوں کی اور دوسری تطبیق میں بُعد یوں ہے کہ آپؐ سے قصر ایک مرتبہ ثابت ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ اب مختلف روایات میں جمع اور تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپؐ نے حج وعمرہ میں بالوں کا حلق فرمایا ۔ مصابیح کے بعض شراح فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے سالوں میں سر کا حلق نہیں فرمایا البتہ حدیبیہ کے سال حلق فرمایا تھا پھر عمرۃ القضاء کے سال اور آخر میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر حلق فرمایا پھر اگر حلق کرنے کے بعد کا زمانہ قریب ہوتا یعنی تھوڑا تو پھر وہ کانوں کے نصف تک ہو جاتے ۔ پھر ہوتے ہوتے بال بڑھ جاتے تو کانوں کی لو تک پہنچ جاتے، پھر کانوں اور کندھوں کے درمیان تک پہنچ جاتے اور آپؐ کے بالوں کی زیادہ سے زیادہ درازی جب حلق کرنے کے بعد زیادہ وقت گزر جاتا، اتنی ہوتی کہ وہ شانوں تک پہنچ جاتے، تو ہر راوی نے جس وقت، جس حالت میں آپؐ کے بال دیکھے اس کے بارے میں اسی طرح خبر دی حجۃ الوداع کے بعد آپؐ کے بال سب سے زیادہ چھوٹے تھے کیونکہ حجۃ الوداع کے تین مہینے بعد آپؐ کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَرَجُّلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

احادیث باب کا مضمون:

اس باب میں حضور اقدس ﷺ کے مانگ نکالنے، کنگھی کرنے، تیل لگانے، سر اقدس کے مبارک بالوں کو پاک صاف اور آراستہ کرنے وغیرہ کی کیفیات کا ذکر خیر ہے۔

ترجّلَ اور رَجّلَ باب تفعّل اور تفعیل دونوں سے آتا ہے۔ ترجّل کا لغوی معنیٰ پیدل چلنا اور ترجیل کا معنیٰ کنگھی کرنا ہے اسی کو تسریح الشعر بھی کہتے ہیں یعنی کنگھی پھیر کر بالوں کو سنوارنا رَجّلَ کا ایک معنیٰ باندھنا بھی ہے کہتے ہیں رجّلتُ شاۃ یعنی میں نے بکری باندھی۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ الترجّل والترجیل تسریح الشعر وتنظیفه وتحسینه (جمع ص ۹۹) یعنی تَرجُّل اور تَرجِیْل دونوں کا معنی ہے بالوں میں کنگھی کرنا ان کو صاف کرنا اور سنوارنا۔ بعض احادیث میں لفظِ ترجیل (بابِ تفعیل) کے آنے کے باوجود مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں ترجّل (بابِ تفعّل) کو اختیار فرمایا ہے یہ دونوں کے ترادف کو اشارہ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس باب میں وارد احادیث میں بابِ تفعّل زیادہ استعمال ہوا ہے۔

کنگھی کرنا مندوب ہے:

علامہ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ترجّل بابِ نظافت سے ہے یعنی بالوں کا صاف ستھرا رکھنا درست کرنا، کنگھی دینا ستھرا پن ہے اور یہ مندوب ہے۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ خذو ا زینتکم عند کل مسجد (سورہ اعراف ۳۱) (لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت) اور یہ کہ ظاہر' باطن کا عنوان اور ترجمان ہوتا ہے ظاہر صاف ہوگا تو باطن متاثر ہوگا۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ النظافة من الایمان (پاکیزگی ایمان میں سے ہے) اور ایک ارشاد یہ بھی ہے ان اللّٰه تعالیٰ نظیف یحب النظافة وفی خبر ابی داؤد من کان له شعر فلیکرمه (مواہب ص ۴۹) اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے اور صفائی، ستھرائی کو پسند کرتے ہیں ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جس کے بال ہوں تو اسے ان بالوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ مؤطا میں روایت ہے عن عطاء بن یسارٍ ان رسول الله ﷺ رای رجلا ثائر الشعر واللحیة فاشار الیه باصلاح راسه ولحیته (جمع ص ۱۰۰) عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو آپ نے اسے سر اور داڑھی کے بالوں کو درست کرنے کا فرمایا۔ واما ماورد من النهی عن الترجیل فهو نهی عن المبالغة لاعن الا صل (اتحافات ص ۱۷) یعنی کنگھی کرنے سے جو ممانعت آئی ہے تو وہ اس میں مبالغہ کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ اصل کنگھی کرنے سے اس ترجمۃ الباب کے تحت مصنفؒ نے پانچ احادیث درج فرمائی ہیں۔

(۳۱/۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ .

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے بیان کیا۔ انہیں معن بن عیسیٰ نے بیان کیا۔ اُنہیں بیان کیا مالک بن انس نے ہشام بن عروۃ کے حوالے سے اور انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

Marfat.com

راویانِ حدیث (۱۱۵) اسحٰق بن موسیٰ ؒ اور (۱۱۶) معن بن عیسیٰ ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حالتِ حیض میں خدمتِ زوج کا شرعی حکم:

قالت کنت ..... اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوا کرتی یعنی ایام ماہواری میں ہوتی۔

وانا حائض ! یہ جملہ حالیہ ہے۔ حائضة (بہ صیغہ مؤنث) شاذونادر استعمال ہوتا ہے کیونکہ علامت تانیث تو تذکیروتانیث میں فرق کے لئے آتی ہے عند خوف اللبس (التباس کے اندیشہ کے وقت) جبکہ یہاں خود التباس ہے ہی نہیں۔ کیونکہ حیض تو خاص ہے عورتوں کے ساتھ۔ فلا حاجة الی علامة التانیث الفارقة (مناوی ص ۱۰۰) لہذا فرق کرنے کے لئے علامتِ تانیث کی ضرورت نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے ساتھ سوائے ہمبستری (مباشرت) کے مخالطت جائز ہے۔ علامہ شامیؒ اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حیض کی حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں ۔۔۔ نیز ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو برہنہ دیکھنا بھی جائز نہیں'' (ردالمحتار ج ۲ ص ۴۸۶) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سر میں کنگھی کرنا مستحب ہے اور یہ خدمت اپنی عورت سے لینا جبکہ وہ حالتِ حیض میں ہو، تب بھی جائز ہے۔

شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں وفیہ حل استخدامها فی غسل وطبخ وخبز وغیرها برضاها لا بدونه لان الواجب علیها تمکینه وملازمة بیته فحسب (مناوی ص ۱۰۱) یعنی اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنی عورت سے بدن دھلوانے اور کھانے پکانے کی خدمت لینا (اس کی رضامندی سے) جائز ہے۔ اس لئے کہ بیوی پر تو صرف خاوند کے گھر میں رہنا اور اس کو مباشرت پر قدرت دینا لازم اور ضروری ہے۔

Marfat.com

ایک تعارض اور اس کا جواب:

یہ بات تو آغازِ باب میں عرض کردی گئی کہ ترجّل باب نظافت سے ہے یعنی صفائی، طہارت اور پاکیزگی شریعت میں مطلوب ہے بظاہر اس کا البذاذة من الایمان (سادگی ایمان (کی علامات) سے ہے) اور رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ (کبھی ایک پراگندہ بال اور غبار آلود شخص اگر اللہ کے نام پر قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کردیتا ہے) سے تعارض معلوم ہوتا ہے اس کی تطبیق بھی کسی حد تک اس سے قبل عرض کردی گئی مگر یہاں ذرا تفصیل سے وضاحت مقصود ہے۔

حضراتِ محدثین کرامؒ نے ان روایات میں تطبیق کی صورت یوں بنائی ہے کہ بذاذة کا معنیٰ، ہروقت اور ہر حال میں گندہ رہنے کے نہیں ہیں بلکہ مراد سادگی ہے اور سادہ رہنا اور سادگی نظافت کے منافی نہیں ہے اسی طرح دوسری حدیث ربّ اشعث اغبر الخ سے بھی یہ مراد نہیں کہ اشعث اور اغبر رہنا باعثِ فضیلت ہے یا محمود ہے بلکہ حدیث میں ایسے شخص کے اخلاص اور للّٰہیت کا بیان ہے کہ اس کا ظاہر تو فقر وغربت وناداری کا ہے مگر باطن صفائی میں عظیم تر ہے اگر ایک شخص کو باطنی صفائی حاصل ہے مگر وہ اپنے ظاہری حالات اور مجبوریوں کے پیش نظر سادگی سے رہتا ہے اور رب اشعث اغبر الخ کا مصداق ہے پھر تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ سادگی نظافت کے ساتھ ہو تو وہ مطلوب ہے

(۳۲/۲) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسىٰ اَخْبَرَنَا وَكِيْعُ اَخْبَرَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ صَبِيْحٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَاْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰى كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ .

ترجمہ! ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی وکیع نے۔ اُن کو خبر دی ربیع بن صبیح نے یزید بن ابان رقاشی کے حوالے سے۔ وہ روایت بیان کرتے ہیں انس بن مالکؓ سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا

Marfat.com

استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرتِ استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو راویان حدیث (۱۱۷) یوسف بن عیسیٰ (۱۱۸) ربیع بن صبیح اور (۱۱۹) یزید بن ابان کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کا تیل، کنگھی کرنا:

قال کان رسول الله ﷺ یکثر دهن راسه وتسریح لحیته... حضور اقدس ﷺ سر کے بالوں میں کثرت سے تیل لگاتے تھے اور داڑھی مبارک میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔

یکثر اکثار سے ہے والدهن مایدهن به من زیت وغیره (مناوی ص ۱۰۲) (علامہ مناویؒ دھن کا معنیٰ یہ لکھتے ہیں کہ جو چیز بطور تیل لگانے کے استعمال کی جائے چاہے تیل ہو یا کوئی دوسری چیز) دَهن اگر دال کے فتح کے ساتھ ہو تو مصدر ہے بمعنیٰ تیل لگانے کے اور اگر دال کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اسم جامد ہے بمعنیٰ ''تیل'' کے تو اس وقت مضاف محذوف ہوگا۔ ای استعمال دهن رأسه (یعنی وہ لفظ استعمال ہے مطلب یہ کہ آپ ﷺ اپنے سر مبارک میں تیل زیادہ استعمال کیا کرتے تھے) مقصود عام حالات کا بیان ہے یہ نہیں کہ ہر روز اور بالالتزام ایسا کرتے تھے لہذا جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ بالالتزام کی نفی پر محمول ہے کہ استعمال دھن کو لوگ اپنے یومیہ معمول میں لازمی طور پر شریک نہ کرلیں۔ تسریح کا معنیٰ چرانا، چھوڑ دینا، رخصت کرنا، طلاق دینا، آسان کرنا، کھول دینا جب بالوں کے ساتھ تسریح آئے تو مراد کنگھی کرنا ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں والمراد تمشیطها وارسال شعرها وحلها بمشطها (جمع ص ۱۰۲) یعنی تسریح سے مراد بالوں میں کنگھی کرنا اور کنگھی سے اسے کھولنا، پھیلانا۔ اس سلسلہ میں ملا علی قاریؒ نے متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں۔

(۱) عن انس قال کان رسول الله ﷺ اذا اخذ مضجعه من اللیل وضع له سواکه وطهوره ومشطه فاذا هبه الله عزوجل من اللیل استاک وتوضا وامتشط

Marfat.com

(جب آپؐ رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹ جاتے تو آپؐ کے لئے مسواک، پانی اور کنگھی تیار رکھی جاتی تھی، جب آپؐ رات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں اٹھ کھڑے ہوتے تو مسواک فرماتے، وضو کرتے اور کنگھی کرتے)۔

(۲) عن عائشةؓ قالت خمس لم یکن النبی ﷺ یدعهن فی سفر ولا حضر المِرأة والمکحلة والمشط والمدراء (وفی روایة وقارورة دهن بدل المدراء) والسواک (حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں آپؐ کے ساتھ سفر وحضر میں ہمیشہ رہتی تھیں آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، ڈھیلا۔ اور ایک روایت مدراء کے بجائے تیل کی شیشی کا ذکر ہے۔ پانچویں چیز مسواک۔

(۳) عن عائشةؓ قالت کان لایفارق رسول الله ﷺ سواکه ومشطه وکان ینظر فی المرأة اذا سرح لحیته (جمع ص ۱۰۲) یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسواک اور کنگھی ہمیشہ آپؐ کے ساتھ ہوتے، جب آپؐ داڑھی میں کنگھی فرماتے تو آئینہ میں دیکھتے۔

القِناع کا استعمال:

ویکثر القناع، قناع 'نقاب گھونگھٹ' اوڑھنی' دوپٹہ اور سربند کو کہتے ہیں خرقة تلقی علی الراس تحت عمامة بعد استعمال الدهن وِقایة للعمامة من اثر الدهن واتساخهابه شبیه بقناع المَرأة. (جمع ص ۱۰۲) (وہ کپڑا جو تیل استعمال کرنے کے بعد عمامہ کے نیچے سر پر رکھا جاتا ہے، تاکہ عمامہ تیل کے اثرات اور میل کچیل سے محفوظ رہے، یہ عورت کے نقاب کی طرح تھا) حضور اقدس ﷺ تیل لگانے کے بعد اسے کثرت سے استعمال فرماتے تھے عرب بھی عموماً گرم آب وہوا کی وجہ سے باہر نکلتے وقت سر پر رومال وغیرہ ڈال لیا کرتے تھے جو نیچے گردن تک ڈھانپ لیا کرتا تھا جس سے وہ لوگ لُو لگنے سے محفوظ رہتے تھے حضور اقدس ﷺ سر پر کثرت سے تیل استعمال کرتے تو تیل لگانے کے بعد عمامہ کے نیچے کپڑے کا استعمال کا معمول تھا۔

Marfat.com

ثوبِ زیّات سے تشبیہ پر اعتراض کے جوابات:

کأنّ ثوبہ ثوب زیّات . زیّات 'زیتون کے تیل بنانے والے اور بیچنے والے کو یا مطلق تیل بنانے کو کہتے ہیں یعنی آپ ؐ کا سر مبارک پر ڈالا ہوا کپڑا تیلی کے کپڑے کی طرح تیل آلود نظر آتا تھا۔ بظاہر اس روایت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ تو طیب اور نظیف تھے اور حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ یحب النظافۃ یعنی نظافت کو تو پسند ہی کرتے تھے جبکہ روایتِ زیر بحث میں ہے کہ آپ کے سر کا کپڑا ثوب زیات کی طرح تیل آلود اور میلا کچیلا ہوتا تھا۔

شارحین حدیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

(۱) اولاً یہ روایت ہی کمزور ہے اور اس کے بعض راویوں میں کلام کیا گیا ہے۔ راویوں کے متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے اگر اس روایت کو ضعیف تسلیم کر لیا جائے پھر تو مزید جواب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک اصول ہے کہ اگر راوی متکلم فیہ ہے یا ضعیف ہے مگر وضّاع اور کذاب نہیں ہے تو اس کی روایت کو تسلیم کر لیا جانا چاہیئے اس صورت میں محدثین حضرات یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ؐ کا صرف وہ رومال، جو آپ ؐ عمامے کے نیچے باندھا کرتے تھے مراد ہے تو صرف سر کے رومال کی آلودگی سے (اور وہ بھی جو صرف پاک تیل سے آلودہ ہو) آپ ؐ کی مجموعی نظافت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۳) رومال کے استعمال کا مقصد بھی تو نظافت تھا کہ عمامہ آلودگی سے محفوظ رہے۔

(۴) ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حدیث میں کأنّ ثوبہ ثوب زیّات (کہ آپ کے کپڑے تیلی کے کپڑوں جیسے ہوتے) آیا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ ؐ کا کپڑا تیلی کے کپڑے کے ساتھ مشابہ تھا کہ تیل لگنے سے کپڑے کا رنگ بدل جاتا تھا اور اس پر تیل کا اثر نمایاں ہوتا تھا اور کسی کپڑے پر تیل کے اثر کے نمایاں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ میلا کچیلا

Marfat.com

بھی ہو یا اس سے کسی کی طہارت و نظافت بھی متاثر ہو۔

(۳/۳۳) حَدَّثَنَا هَنَّادُبْنُ السَّرِيِّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَآءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِيْ طُهُوْرِهٖ اِذَا تَطَهَّرَ وَفِيْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِيْ اِنْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ .

ترجمہ! ہمیں ھناد بن سری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالاحوص نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت اشعث بن ابی الشعثاء سے اور انہوں نے اپنے باپ سے بیان کی ہے وہ مسروق سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے یہ روایت اخذ کی ہے آپؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں، جوتا پہننے میں دائیں کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔

راویانِ حدیث (۱۲۰) ابوالاحوصؒ (۱۲۱) اشعثؒ (۱۲۲) عن ابیہ اور (۱۲۳) مسروق بن اجدع کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تیامن کی فضیلت:

قالت ان كان رسول الله ﷺ ليحبُّ التيمُّنَ کہ حضور اقدس ﷺ دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے۔ یہاں اِنْ مخففة من المثقّلة ہے اس کا اسم ضمیر شان ہے جو محذوف ہے یعنی انه ليحب ،اس میں لام دلیل ہے کہ اِنْ نافیہ نہیں بلکہ مخفّفہ ہے واللّام فی قوله ليحب هى الفارقة بين المخففة والنافية (مواھب ص ۵۱)۔(اور لیحب خبر پر لام کا داخل ہونا یہی ان مخففہ من المثقلہ اوران نافیہ کے درمیان فرق کرنے والا ہے)

تیامن کا معنیٰ یہ ہے کہ افعال میں دائیں طرف سے شروع کیا جائے خواہ دایاں ہاتھ ہو، دایاں پاؤں ہو یا دایاں جانب۔ حضور اقدس ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے البتہ التيامن فيما له شرف و كرامة (مناوی ص ۱۰۴) یعنی قابل تعظیم چیزوں میں تیامن کو پسند فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے فرماتی ہیں۔

Marfat.com

كانت يد رسول الله صلى الله عليه وسلم اليمنیٰ لطهوره وطعامه و كانت اليسریٰ لخلائه وما كان من اذیٰ (رسول اللہ ﷺ دایاں ہاتھ کھانے، پینے جیسے امور میں استعمال فرماتے تھے جبکہ بایاں ہاتھ استنجاء اور گھٹیا امور میں استعمال فرماتے)۔ شیخ ابراهیم البیجوریؒ فرماتے ہیں ولذالک قال النوویؒ قاعدة الشرع المستمرة استحباب البداءة باليمين فی کل ما کان من باب التكريم وما كان بضده فاستحب فيه التياسر (مواهب ص ۵۱) یعنی علامہ نوویؒ اس روایت کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ شریعت کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ جو کام قابل قدر ہو، اس کو دائیں ہاتھ/طرف سے شروع کرنا مستحب ہے اور جو اس کے برعکس امور ہیں تو ان کو بائیں ہاتھ/طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی توضیح :

محدث کبیر امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الحدیث استاذی الکریم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کا ارشاد ہے۔ کہ چونکہ قدرتی طور پر بعض امور' افعال اور اشیاء حقیر خسیس اور گھٹیا پیدا کیے گئے ہیں اور بعض شریف اور اچھے اور اعلیٰ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دائیں ہاتھ کو بائیں سے افضل بنایا ہے مقصود دائیں ہاتھ کی تکریم اور بائیں ہاتھ پر فضیلت دینا ہے جیسے قرآن میں اہلِ جنت کو اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والے) اور اہل جہنم کو اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) کہا گیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے بھی دائیں ہاتھ کو طعام اور کھانے پینے کے لئے استعمال فرمایا اور استنجاء ونجاست اور اعضاء فاحشہ کے مس کرنے سے محفوظ رکھا۔ بائیں ہاتھ کو نجاست اور بدن کی صفائی کے لئے مقرر فرمایا بلکہ شریعت نے تو مطلق نیکی اور خیر کے جملہ امور مثلاً کپڑے پہننا' مسجد میں داخل ہونا' کنگھی کرنا' روٹی کھانا وغیرہ میں تیامن کو تفضیل وتقدیم دی ہے۔

اس طبعی اور خلقی اور شرعی فطرت کے پیش نظر ضروری ہے کہ امور شریفہ کو اعضائے شریفہ سے اور امور خسیسہ کو اعضائے خسیسہ سے انجام دیا جائے۔ اس کا ترک گویا ایک امر مستحبہ اور وضع الٰہیہ کا ترک ہے جو اساءت اور قباحت ہے۔ (حقائق السنن ص ۱۷۳)

Marfat.com

اختیارِ تیامن کی بعض دیگر توجیہات:

شارحین نے لیحب التیمّن کی بھی متعدد وجوہات لکھی ہیں۔

(۱) حضور اقدس ﷺ اسے فال نیک سمجھتے تھے کہ واصحاب الیمین اھل الجنة یؤتون کتبھم بایمانھم. یعنی اصحاب الیمین (اہل جنت) کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے

(۲) عدل کا تقاضا ہے جو چیز جس کام کے لئے بنی ہے اسے اسی کام میں استعمال کیا جائے۔ دایاں ہاتھ اس کا مقتضی ہے کہ اسے کار خیر اور شرافت کے کاموں میں اور تزئین وجمال کے کاموں میں استعمال کیا جائے اور بائیں ہاتھ کو نظافت' صفائی اور استنجی میں استعمال کیا جائے ورنہ ظلم ہوگا اور ظلم وضع الشئی فی غیر موضعه (کسی چیز کو اس کی اصل جگہ اور مقام میں استعمال نہ کرنے) کو کہتے ہیں

(۳) امام بخاریؒ نے اپنی روایت میں مااستطاع (جتنی قدرت ہو) کا اضافہ کیا ہے یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ تیامن پر محافظت اور مداومت تب تک مطلوب ہے جب تک کوئی مانع نہ ہو فنبّه علی المحافظة علی ذلک مالم یمنع مانع (جمع ص ۱۰۴) یعنی تیامن پر مواظبت اس وقت تک ہے جب تک کہ کوئی مانع نہ ہو۔

عملِ تیامن میں وسعت:

فی طھوره اذا تطھر وفی ترجّله اذا ترجّل وفی انتعاله اذا تنعّل یعنی تیامن کو پسند فرماتے، طھارت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طھارت فرماتے اور کنگھی کرنے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے اور جوتا پہننے میں جب آپؐ جوتا پہنتے۔

اذا تطھّر ای وقت اشتغاله بالطھارة وھی اعم مِن الوضوء والغسل .وانما اتی بذلک لیدل علی تکرار المحبة بتکرار الطھارة (مواھب ص ۵۱) یعنی طہارت میں مشغول ہونے کے وقت، طہارت کا لفظ وضو اور غسل کو عام ہے اور طہارت کا صیغہ مکرر لائے، اس کی پسندیدہ عمل ہونے پر دلالت کرنے کے لئے واذا فی الحدیث لمجرد

Marfat.com

الظرفية والمعنیٰ فی وقت اشتغاله بالطهارة وهو شامل للوضوء والغسل والتیمم (جمع ص ۱۰۴) (حدیث میں "اذا" کا لفظ صرف ظرفیت کے لئے ہے اور معنی یہ ہے کہ طہارت میں مشغول ہونے کے وقت آپؐ دایاں ہاتھ استعمال فرماتے اور طہارت کا لفظ وضو، غسل تیمّم کو بھی شامل ہے)

حضور اقدس ﷺ کے تیامن کا معمول ان تین امور میں محدود نہیں تھا بلکہ ہر وہ چیز جو شرف وتکریم کی ہوتی اس میں تیامن کو پسند فرماتے اور جو موجب اہانت ہوتی وہاں یسار اختیار فرماتے جیسا کہ صحیحین میں امّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ عن عائشة قالت كان النبی ﷺ یعجبه التیمّن فی تنعّله وترجله وفی طهوره وفی شانه کله (جمع ص ۱۰۴) (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو دائیں سے شروع کرنا اچھا لگتا تھا جوتے پہننے میں، کنگھی دینے میں، طہارت کرنے میں اور سب (قابلِ تعظیم) چیزوں میں)

ملا علی قاریؒ کی توضیح :

ملا علی قاریؒ نے اس موقع پر تسہیل اور تفصیل سے مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے چنانچہ لکھتے ہیں بل المراد انه کان یحب التیمن فی هذه الاشیاء وامثالها مما هو من باب التکریم کالا خذوا لعطاء ودخول المسجد والبیت وحلق الراس وقص الشارب وتقلیم الظفر ونتف الابط والاکتحال والاضطجاع والاکل والشرب والاستیاک بالنسبة الی الفم والید جمیعاً بخلاف مالا شرف فیه کخروج المسجد ودخول الخلاء واخذ النعل ونحو ذلک فانه بالیسار کرامةللیمین ایضاً (جمع ص ۱۰۴) (مراد یہ ہے کہ ان اشیاء اور ان جیسی چیزوں میں تیامن کو پسند فرماتے تھے جو قابل تکریم ہوتی تھیں جیسے لینا دینا، مسجد اور گھر میں داخل ہونے کے وقت، سر کے حلق کے وقت، مونچھیں کتروانے کے وقت، ناخن کاٹتے وقت، بغل کے بال اکھیڑتے وقت، سرمہ لگاتے وقت، بستر پر لیٹنے کے وقت، کھانے پینے کے وقت اور مسواک کرنے میں منہ اور ہاتھ دونوں میں تیامن اختیار فرماتے البتہ جن چیزوں میں کوئی شرف نہیں ہے مثلاً مسجد سے نکلنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا،

Marfat.com

جوتے اٹھانا اور ان جیسے امور میں بائیں طرف کو اختیار کرتے ان میں دائیں ہاتھ کی کرامت مقصود تھی)۔

(۴/۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا۔ اُن کو خبر دی یحیٰ بن سعید نے ہشام بن حسان کے حوالے سے۔ انہوں نے یہ روایت حسن بصری سے اور انہوں نے صحابی رسول عبداللہ بن مغفلؓ سے نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے۔

راویانِ حدیث (۱۲۴) یحیٰ بن سعیدؒ (۱۲۵) ہشام بن حسانؒ (۱۲۶) حسن بصریؒ اور (۱۲۷) حضرت عبداللہ بن مغفل کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تدھین و تسریح میں وقفہ:

قال نھی ... کہ حضور اقدس ﷺ نے متواتر کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر گاہے گاہے یا ایک روز کے وقفہ سے۔۔۔ بہر حال بار بار کنگھی کرنا تکلف ہے اور کنگھی لے کر بیٹھ جانا کا رِعبث ہے غباً کا معنیٰ وقتاً بعد وقتٍ (جمع ص ۱۰۷) (وقفہ وقفہ سے) ہے اصل میں غباً اونٹوں کو ایک روز چھوڑ کر دوسرے روز پانی پلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر کسی کام کے ایک وقت کرنے دوسرے وقت ترک کر دینے' ایک روز انجام دینے اور دوسرے روز چھوڑ دینے کے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا۔ علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ اصلہ ورود الابل الماء یوماً وترکه یوماً ثم استعمل فی فعله حیناً وترکه حیناً فیفعله یوماً ویترکه یوماً (مناوی ص ۱۰۷) جیسا کہ حدیث میں زرغباً تزدد حباً (وقفہ وقفہ سے ملاقات کیا کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے) سے بھی اس معنیٰ کی تائید ہوتی ہے۔ حضور اقدسؐ نے ہمیشہ اور متواتر تدھین (تیل لگانے) اور تسریحِ شعر (کنگھی کرنے) سے منع فرمایا ہے۔

Marfat.com

لان مواظبته تشعر بشدة الامعان فی الزینة والترفه وذلک شان النساء . (مواهب ص ۵۲) (اس لئے کہ اس پر مواظبت آرائش وزیبائش میں انہماک کی علامت ہے جو عورتوں کی عادت ہوتی ہے)

ابن عربیؒ کا ارشاد :

ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ تیل کنگھی میں موالات اور تواتر تصنع ہے اس کا قطعاً چھوڑ دینا تدنّس (میل کچیل کا جمع ہونا) اور کبھی ترک کبھی اختیار یعنی اغباب سنت ہے۔ موالاته تصنّع وترکه تدنّس واغبابه سنة (مناوی ص ۱۰۷)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ممانعت تب ہے جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ ممانعت بطور کراہت تنزیہی کے ہے اور اس کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب بالوں میں پراگندگی نہ ہو، پراگندگی کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے (خصائل)

(۳۵/۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ الْاَوْدِیِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا ..

ترجمہ! ہمیں حسن بن عرفہ نے بیان کیا انہیں عبدالسلام بن حرب نے بیان کیا۔ انہوں نے یزید بن ابی خالد سے اور انہوں نے ابوالعلاء اودی سے یہ روایت نقل کی۔ انہوں نے یہ روایت حمید بن عبدالرحمٰن سے اخذ کی اور وہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

راویانِ حدیث (۱۲۸) حسن بن عرفہؒ (۱۲۹) عبدالسلام بن حربؒ (۱۳۰) یزید بن ابیؒ خالد (۱۳۱) ابوالعلاء الاودیؒ (۱۳۲) اور حمید بن عبدالرحمٰنؒ کے حالات "تذکرہ راویانِ

Marfat.com

شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب سند میں صحابی مجہول ہو:

عن رجل ! رجل سے مراد صحابی رسولؐ ہیں بعض حضرات نے کہا کہ وہ حکم بن عمرو ہیں بعض نے کہا عبداللہ بن سرجسؓ ہیں بعض نے کہا ابن مغفل ہیں۔ روایت کی سند میں صحابی کا نام نہیں ہے لہذا یہ روایت بھی مجہول شمار ہوگی تاہم حضراتِ محدثین کا اصول ہے کہ اگر صحابی سے نیچے والا کوئی راوی مجہول ہے تو روایت کا حکم بھی مجہول کا ہوگا اور اگر کسی صحابی کا نام نہیں ہوگا اور اس سے روایت ہوگی تو یہ روایت معتبر ہوگی اور صحابی کا نام مجہول ہونے کے باوجود 'مجہول راوی کا حکم نہیں لگایا جائے گا روایت ثقہ تسلیم ہوگی کہ سب صحابہ عدول ہیں اور ان سے کسی غلط بیانی کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ علماء محدثینؒ فرماتے ہیں **وابھام الصحابی لا یضر لانّ کلھم عدول** (مناوی ص ۱۰۷) یعنی روایت میں صحابی کا مبہم ہونا مضر نہیں، اس لئے کہ سارے صحابہ عادل تھے۔

کنگھی کرنے میں سنت طریقہ:

ان النبی ﷺ کان یترجّل غباً ای کانت عادته انه لا یبالغ فی الترجّل بل یفعله یوماً ویترکه یوماً (مناوی ص ۱۰۸) یعنی نبی کریم ﷺ کنگھی کرنے میں مبالغہ نہیں کرتے بلکہ ایک دن کنگھی فرماتے اور ایک دن چھوڑ دیتے۔ **وفی روایة النسائی عن حمید بن عبدالرحمن قال لقیت رجلاً صحب النبی ﷺ کما صحبه ابوھریرة اربع سنین قال نھانا رسول الله ﷺ ان یمتشط احدنا کل یوم** (جمع ص ۱۰۷) (نسائی میں حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو آپؐ کی صحبت میں اس طرح رہا تھا جیسا کہ ابوھریرہؓ، وہ شخص کہنے لگا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم ہر روز کنگھی کریں) خلاصہ یہ کہ ہر روز کنگھی کرنے کے بجائے درمیان میں وقفہ بھی کیا جائے۔

==========================

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ شَیْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس ﷺ کے سفید بالوں کے آ جانے کے بیان میں

اس باب میں مصنف نے آٹھ (۸) حدیثیں ذکر فرمائی ہیں ای بـاب مـاجـاء فی الاخبار الـواردة فی تحقیق شیبه (مناوی ص ۱۰۸) (یعنی باب ان احادیث کے متعلق جو آپؐ کے شیب (بالوں کی سفیدی) کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) موضوع ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے بیان یہ کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوئے تھے یا نہیں؟ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی آئی تھی یا نہیں؟ اور اگر آئی تھی تو کس قدر؟ کیا آپؐ نے ان میں خضاب لگایا تھا؟ اور ان مبارک بالوں کی سفیدی خوفِ خدا کی وجہ سے تھی، اس باب میں ان باتوں کی تفصیل ہے۔

شیب کا معنیٰ اور آثار:

الشیب اور الشیبة دونوں مصدر ہیں وهـو ابـیـضـاض الشعر الاسود ویطلق علی الشعر الابـیـض یـقـال رجل اشیب والمشیب الدخول فی حدّ الشیب (اتحافات ص ۷۶) یعنی الشیب کا مطلب کالے بالوں کا سفید ہونا، یہ لفظ سفید بالوں پر بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے سفید بالوں والا مرد اور مشیب بڑھاپے کی عمر میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ ویـوخـذ من الـقاموس انه یطلق علی بیاض الشعر وعلی شعر الابیض (مواهب ص ۵۳) (اور قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیب کا اطلاق بالوں کے سفید ہونے پر اور سفید بالوں پر ہوتا ہے)

بابِ شیب کو باب الشعر کے بعد لائے لانـه مـن عـوارضه (جمع ص ۱۰۸) (اسلئے کہ سفیدی بالوں کے عوارض میں سے ہے)

اور ترجّل کے بعد لائے لان الترجّل عمل یقتدیٰ به فیه (مواهب ص ۵۳) (اس لئے کہ

Marfat.com

ترجّل (کنگھی کرنا) ایسا عمل ہے جو بالوں ہی میں ہوگا) واخر المصنف الشیب عن الترجّل لان الترجّل سنة (اتحافات ص ۷۶) یعنی مصنفؒ نے شیب (سفید بالوں) کا بیان "باب الترجّل" سے مؤخر کیا اس لئے کہ ترجّل (کنگھی کرنا) سنت ہے۔ شیب کا لغوی معنیٰ بالوں کی سفیدی ہے جو بڑھاپے کے آثار میں سے ہے ویسے جب بڑھاپے کے آثار شروع ہو جائیں تو ہر ایک چیز کا اپنا نام ہے بدن میں ضعف آجائے تو ھرم کہلاتا ہے بالوں میں سفیدی آجائے تو شیب ہے دماغ میں خلل پڑ جائے تو خرف ہے۔

شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں والمتحصل من الروایات أن شیبه ﷺ کان فی ثلاثة مواضع فی مفرق رأسه وفی الصدغین وفی العنفقة وھی مابین الذقن والشفة السفلیٰ (اتحافات ص ۷۶) یعنی شیب سے متعلق روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ کے سفید بال تین مقامات پر تھے۔

۱۔ سر کے جس حصہ میں مانگ نکالی جاتی ہے

۲۔ کنپٹیوں پر

۳۔ ریش بچہ میں، جو ٹھوڑی اور نیچے ہونٹ کے درمیان میں ہوتا ہے

اسی پر علماء امت کا اتفاق ہے علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک میں کل سترہ یا اٹھارہ سفید بال تھے۔

موئے مبارک اور حضرت ام سلمہؓ کا معمول :

حضور اقدس ﷺ کے بال، متبرک اور مبارک تھے تبرّک اور حصول برکات کے لئے صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنینؓ اسے اپنے پاس رکھتے تھے۔

بخاری شریف اور مشکوٰۃ میں ہے حضرت عثمان بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھ کو پانی کا پیالہ دے کر امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ کے پاس بھیجا اور اس کا یہ عام معمول بھی تھا کہ جب کبھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی مریض ہوتا تو میری اہلیہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت امّ سلمہؓ کے پاس بھیج دیا کرتی کیونکہ ان کے پاس آپؐ کا موئے مبارک تھا فأخرجت مِن شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تمسکه فی جلجل مِن فضة

Marfat.com

فخضخضته له فشرب منه تو حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو نکال لیتیں جو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا ہوتا تھا اور پانی ڈال کر وہ پانی پلا دیتیں تھیں مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اس کو شفا حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۱)

صحابہ کرامؓ کی موئے مبارک سے محبت :

صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس ﷺ کے بالوں سے کتنی محبت تھی، کس حد تک عشق تھا مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے رأیت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم والحلاق یحلقه وطاف به أصحابه فمایریدون أن تقع شعرة إلا في ید رجل کہ میں نے حضور اقدسؐ کو دیکھا کہ حجام آپؐ کے سر مبارک کے بال بنا رہا تھا اور صحابہ کرامؓ آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

اسی طرح بخاری شریف میں حضرت ابن سیرینؒ سے روایت ہے قلت لعبیدة عندنا مِن شعر النبی صلی الله علیه وسلم أصبناه مِن قِبل أنس ومِن قبل أهل أنس فقال لأن تکون عندی شعرة منه أحب إلیّ مِن الدنیا وما فیها یعنی میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور اقدس ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انسؓ یا اہل انسؓ سے پہنچے ہیں تو عبیدہ نے فرمایا میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔ (صحیح البخاری جلد اول ص ۲۹۔ نور محمد اصح المطابع دھلی)

(۳۶/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْدَاوٗدَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْئًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْبَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّآءِ وَالْكَتَمِ ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا۔ اُن کو ابوداؤد نے خبر دی۔ انہوں نے ہمام سے اور ہمام نے قتادہ سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضور اقدسؐ

Marfat.com

خضاب کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضور اقدس ﷺ کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی البتہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔

راویانِ حدیث (۱۳۳) ابوداؤد الطیالسیؒ اور (۱۳۴) ہمام بن یحیٰی کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

کیا حضور اقدس ﷺ نے خضاب لگایا تھا:

قال قلت لأنس بن مالک هل خضب رسول الله صلی اللّٰهُ علیه وسلم ۔قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟

هل غیّر بیاض رأسه ولحیته ولونه بالحناء و نحوه لأن الخضب کالخضاب بمعنی تلوین الشعر بحمرة (مواهب ص ۵۳) (کیا آپؐ نے سر اور داڑھی کے سفید بال اور اس کا رنگ مہندی وغیرہ سے تبدیل کیا تھا، کہ "خضب" کا لفظ خضاب کی طرح ہے بمعنی بالوں کو سرخی سے رنگنا) یہ لفظ خَضَبَ (ضرب) کے باب سے ہے مصدر خضاباً ہے یعنی سفید بالوں کو رنگ دینا۔ پہلے زمانے میں مہندی یا وسمہ سے رنگ دیا کرتے تھے اور کتم نامی ایک بوٹی سے بھی رنگ دیا جاتا تھا۔

یبلغ میں ضمیر کا مرجع:

قال لم یبلغ ذلک 'فرمایا اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی (۱) یبلغ میں فاعل کی ضمیر رسول اللہ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم کو راجع ہے فالضمیر فی یبلغ راجع للنبی صلی الله علیه وسلم کما قاله بعض الشراح وهو الظاهر (مواهب ص ۵۳) (یبلغ کی مستتر ضمیر کا مرجع حضورؐ ہیں جیسے کہ بعض شارحین نے یہی کہا ہے اور بظاہر یہی مراد ہے)

(۲) ضمیرِ فاعل شَعر کی طرف راجع ہے کیونکہ خَضَب کا مفعول شَعر محذوف ہے والمحذوف کالملفوظِ (اور محذوف کا حکم ملفوظ جیسا ہوتا ہے)

(۳) ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں ویجوز أن یکون الضمیر المستکن راجعاً الی الشیب

Marfat.com

المذکور حکماً بقرینة خضب ای مابلغ شیبه ذلک مبلغاً یحتاج إلی الخضاب (جمع ص ۱۰۸) یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (یبلغ میں) ضمیر مستتر شیب کی طرف راجع ہو، جو کہ خَضَب کے قرینہ سے حکماً مذکور ہے (اب معنیٰ یہ ہوگا کہ) آنحضرت ﷺ کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔

صُدغین میں سفیدی:

إنما کان شیبًا فی صُدغیه چونکہ صرف آپ کنپٹیوں پر کچھ سفیدی آئی تھی اور ان کی بھی صورت یہ تھی کہ ان چند گنے چنے بالوں پر خضاب کی ضرورت ہی نہ تھی تو ظاہر ہے کہ آپ جب بھی ان بالون پر تیل لگاتے تو وہ اوجھل ہو جاتے تھے اور اگر تیل نہ لگاتے تو پھر ظاہر ہوتے۔ وکان إذا دھن لم یتبیّن فان لم یدھن تبیّن(جمع ص ۱۰۹)

کان میں ضمیر شیب کی طرف راجع ہے قرینہ یہی ہے کہ خضاب شیب پر کیا جاتا ہے أی إنما کان شیبه صلی اللّٰه علیه وسلم شیئاً قلیلاً یعنی آپ کے بالوں میں سفیدی تھوڑی سی تھی اور بعض نسخوں میں شیئاً کی جگہ شیباً نقل ہوا ہے۔

صدغیه یعنی کنپٹیاں، آنکھ اور کان کے درمیان کی جگہ کو صُدغ کہتے ہیں صدغیه تثنیة صدغ (بالضم) وھو مابین لحاظ العین إلی أصل الأذن (مواھب ص ۵۳) صدغیه کالفظ صدغ کا تثنیہ ہے اس کا معنیٰ وہ جگہ جو آنکھ کے گوشہ اور کان کی جڑ کے درمیان ہو) جو بال یہاں لٹکے ہوں اُن کو بھی صُدغ کہتے ہیں وھو من باب إطلاق المحل وإرادة الحال (جمع ص ۱۰۸) (یہ محل بول کر حال مراد لینے کے قبیل سے ہے) تو گویا یہاں صدغ محل کا ذکر ہے اور مراد حال (اسی جگہ کے بال) ہیں۔

صُدغین میں حصر کیوں؟

اس روایت میں تصریح بلکہ کلمہ إنما کے ساتھ حصر ہے کہ بیاض صرف صُدغین میں تھا جبکہ بخاری کی روایت میں ہے أن البیاض کان فی عنفقته کہ ریش بچہ میں سفید بال تھے۔ اسی طرح مسلم میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کان فی لحیته شعرات بیض

Marfat.com

یعنی داڑھی میں کچھ سفید بال تھے۔صاحبِ مواہب نے تصریح کی ہے إنما کان البیاض فی عنفقته وفی الصدغین وفی الرأس نبذ متفرقة (مواہب ص ۵۳) یعنی متفرق طور پر تھوڑے بال ریش بچہ، کنپٹیوں اور سر مبارک میں تھے۔سوال یہ ہے کہ روایتِ باب میں کلمہ إنما کا حصر کیوں کر درست قرار پائے گا۔

شارحینِ حدیث جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

(۱) چونکہ زیادہ سفید بال صُدغین پر تھے تو انحصار ان کے اعتبار سے ہوا۔لحیہ (داڑھی) اور رأس (سر) کے اعتبار سے نہ ہوا۔

(۲) ولعل الحصرفی هذه الروایة اضافی فلا ینافی ما فی البخاری (مواہب ص ۵۳) (یہ احتمال بھی ہے کہ اس روایت میں حصر اضافی ہو، پس یہ بخاری کی روایت کے منافی نہیں ہے)۔

خضاب کی نفی واثبات' تعارض کا جواب:

حضرت انسؓ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ حناء کے ساتھ خضاب کیا کرتے تھے جیسا کہ آئندہ بابُ الخضاب میں اس کی تفصیل آ رہی ہے، محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ

(۱) حضرت انسؓ کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں اس قدر سفیدی نہیں تھی کہ خضاب کا احتیاج ہوتا وھو لاینافی الخضاب (جمع ص ۱۰۹) (اور یہ خضاب کرنے کے منافی نہیں) اسی توجیہ سے ابن حجرؒ کی اس توجیہ کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے کہ لم یخضب إنما قاله بحسب علمه (آپ ﷺ نے خضاب نہیں کیا بلکہ (حضرت انسؓ) نے اپنے علم کے مطابق یہ بات کہی تھی) کیونکہ حضرت انسؓ سے خضاب کے علم کی نفی ہرگز مناسب نہیں جبکہ وہ تو حضور اقدس ﷺ کے خادمِ خاص' آپ کے ساتھ لازم اور مخلص خدمت گزار تھے ان سے یہ بات بعید ہے کہ حضور اقدس ﷺ خضاب جیسا واضح

Marfat.com

عمل کرتے ہوں اور انہیں علم نہ ہو۔

(۲) صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بالصفرۃ یعنی میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ زرد رنگ کی مہندی لگا رہے تھے۔

محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ یحتمل انہ صبغ تلک الشعرات القلیلۃ فی حین من الاوقات وترکہ فی معظم الاوقات فاخبر کل بما رأی وکلاھما صادق یعنی یہ احتمال بھی ہے کہ بعض اوقات آپ ؐ نے ان تھوڑے سے سفید بالوں میں مہندی لگائی ہو اور اکثر اوقات اس کو ترک کیا ہو تو ہر راوی نے جس طرح دیکھا، اسی طرح خبر دی اور ہر ایک راوی اپنی جگہ پر درست ہے لہذا نفی ایک وقت کے اعتبار سے ہے اور اثبات دوسرے وقت کے اعتبار سے ہے کیونکہ خضاب ہمیشہ نہیں رہتا۔

(۳) بعض حضرات اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ تو صلاحیت کی نفی کر رہے ہیں وہ تو لم یبلغ کی تصریح کرتے ہیں تو محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ نفی ان بالوں کے اعتبار سے ہے جن میں صلاحیت نہیں تھی اور اثبات ان بالوں کے اعتبار سے ہے جن میں خضاب کی صلاحیت تھی

(۴) ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ابھی چونکہ چند بالوں میں شیب کا اثر ہوا تھا لہذا القلیل کالمعدوم (قلیل (تھوڑا) معدوم (نہ ہونے) کے حکم میں ہوتا ہے) کی وجہ سے نفی کی گئی۔

(۵) ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس نے خضاب کی نفی کی ہے مراد بصفۃ الدوام والأغلبیّۃ (اکثر اور غالب اوقات مہندی لگانے کی) ہے جس نے اثبات کیا ہے وہ بطریق الندرۃ (کبھی کبھار) کے ہے لہذا دونوں میں تعارض اور منافاۃ نہیں رہا۔

(۶) حضرت انسؓ کی نفی اس وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب بوجہ کثرتِ شیب کے استعمال نہیں کیا جیسا کہ ابوبکر صدیق ؓ نے کثرتِ شیب کی وجہ سے استعمال کیا کیونکہ وہ اس عمر تک پہنچ چکے تھے گویا مطلق خضاب کی نفی نہیں ہے۔

Marfat.com

خضاب کی جائز اور ناجائز صورتیں:

ولكن ابوبكر خضب بالحناء والكتم لیکن حضرت ابوبکر نے مہندی اور کتم کے ساتھ بالوں کا خضاب کیا ہے۔ مہندی تو مروّج ہے سب جانتے ہیں کہ اس کے استعمال سے ہاتھ اور بال سرخ ہو جاتے ہیں اور کتم ایک بوٹی ہے جس کا رنگ سبزی مائل ہوتا ہے اسی کو وسمہ کہتے ہیں اگر اس کے پتوں کو رگڑ کر مہندی کے ساتھ ملایا جائے تو بال نہایت سیاہ ہو جاتے ہیں چونکہ شرعاً سیاہ خضاب کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اسلئے بالحناء والکتم میں واؤ بمعنیٰ او کے ہے یا واؤ مطلق جمع کے لئے ہے کہ حناء اور کتم دونوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ خضاب کرنے کی اجازت ہے، استعمال میں جمع مراد نہیں۔ معنى الحديث انه خضب بكل منهما منفرداً عن الآخر لأن الخضاب بهما معاً يجعل الشعر أسود وقد صح النهى عن السواد فالمراد أنه خضب بالحناء تارة وبالكتم تارة (مواهب ص ۵۴) (حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہر ایک (مہندی اور کتم) کے ساتھ علیحدہ علیحدہ خضاب کیا اس لئے کہ ہر دونوں کے ساتھ یکجا خضاب کرنا بالوں کو بالکل سیاہ کر دیتا ہے اور حضور ﷺ سے سیاہ خضاب کے متعلق نہی منقول ہے تو گویا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے کبھی تو صرف مہندی کا خضاب استعمال کیا اور کبھی صرف کتم (بوٹی) کا) یہ تفصیل اور حکم تب ہے جب دونوں کے یکجا کرنے اور ملانے سے بال خالص سیاہ ہو جائیں جو حضرات دونوں کے یکجا استعمال سے اس کی قطعی سوادیت (یعنی سیاہ ہونے) کا تجربہ رکھتے ہیں ان کے تجربہ کی روشنی میں دونوں کا یکجا استعمال ممنوع ہے۔

(۲) بعض حضرات کا تجربہ اور رائے یہ ہے کہ ان ہر دو کے ملانے سے خالص سیاہی پیدا نہیں ہوتی بلکہ حمرۃ و سواد کا مجموعہ ہوتا ہے یعنی سیاہی ہوتی ہے مگر مائل بہ سرخی۔

فإستعمالهما معاً يوجب بين السواد والحمرة وعليه فلا مانع من الخضاب بهما معاً (مواهب ص ۵۴) (ان دونوں کا یکجا استعمال کرنا سرخی اور سفیدی کی درمیانی کیفیت پیدا کرتی ہے اگر ایسا ہو تو پھر ہر دونوں کا یکجا استعمال کرنا ممنوع نہ ہوگا)

Marfat.com

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی اس کے ساتھ ملا کر سرخ ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی اس کے ساتھ ملا کر مائل بہ سیاہی ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خالص سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔ (خصائل)

(۲/۳۷) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَيَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا عَدَدْتُ فِىْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحْيَتِهٖ اِلَّا اَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ ..

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن منصور اور یحیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں (۱۴) چودہ سے زائد بال نہیں گنے۔

راویان حدیث (۱۳۵) اسحٰق بن منصورؒ (۱۳۶) یحیٰ بن موسیٰؒ اور (۱۳۷) عبدالرزاقؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

سفید بالوں کی تعداد میں اختلاف اور تطبیق:

قال ماعددت ... گویا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری گنتی وشمار کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک میں سفید بالوں کی تعداد چودہ (۱۴) سے زیادہ نہ تھی۔

اس حدیث میں چودہ (۱۴) سفید بالوں کا ذکر ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں نحواً مِن عشرین شعرةً بیضاء یعنی بیس کے قریب آیا ہے بعض روایات میں سترہ (۱۷) اور بعض میں اٹھارہ (۱۸) کی تصریح ہے۔ محدثین اور شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ

(۱) یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کا اعتبار کیا جا سکے۔ مختلف احادیث میں محدثین نے یوں تطبیق کی ہے کہ مختلف اوقات میں دیکھنے والوں نے اپنے اپنے مشاہدہ کے مطابق مختلف خبر دی ہے حضرت انسؓ نے پہلے پہل جو بال دیکھے ان کا ذکر کر دیا اور جب آخر میں کچھ زیادہ یعنی سترہ (۱۷) دیکھے پھر انہی کا ذکر کر دیا۔ (۲) اربع عشرۃ پر نحواً مِن عشرین (چودہ پر بیس کے قریب ہونا) بھی صادق آتا ہے لکونها اکثر مِن نصفها (مواهب ص ۵۴) (اس لئے کہ چودہ بیس کے نصف سے زائد ہیں)

(۳) پہلے بھی یہی عرض کیا کہ اربع عشرۃ (چودہ) ایک وقت کی حالت ہے اور نحواً مِن عشرین۔ (بیس کے قریب) دوسرے وقت کی حالت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ گننے والے سے کوئی بال شمار میں رہ گیا ہو۔

(۳۸/۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْدَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَبْنَ سَمُرَةَ یَسْئَلُ عَنْ شَیْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ اِذَا ادَّهَنَ رَاْسَهٗ لَمْ یُرَ مِنْهُ شَیْبٌ وَاِذَا لَمْ یَدَّهِنْ رُءِیَ مِنْهُ.

ترجمہ! ہمیں محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' اُن کو ابوداؤد نے اور اُن کو خبر دی شعبہ نے سماک بن حرب کے حوالے سے' وہ کہتے ہیں کہ جابر بن سمرةؓ سے کسی نے حضور اقدس ﷺ کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہوتی تھی۔

نحوی بحث:

فقال کان اذا ادّهن ... (۱) اگر دهن بغیر ہمزہ کے ہو تو باب ضرب سے متعدی ہے اور

Marfat.com

اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو باب افعال سے ماضی ہے اور رأسہ مفعول بہ ہے۔

(۲) یا اُدْھِــــن افعال اور افتعال سے ماضی مجہول ہے اس صورت میں دال مشدّد ہے اور رأسہ نائب فاعل بن کر مرفوع پڑھا جائے گا۔

(۳) اگر رأســہ اس صورت میں بھی (جب ادّھن افعال یا افتعال سے ماضی مجہول ہو) منصوب پڑھا جائے تو یہ منصوب بنزع الخافض ہوگا ای فی رأسہ۔ (یعنی اصل میں ادّھن فی رأسہ تھا لفظ فی کو دور کر کے رأسہ کو نصب دیا گیا) یا تمیز بنے گا جیسے کہ الآمن سفہ نفسہ ای نفساً (میں نفسہ منصوب بنا بر تمیز کے ہے یعنی الآمن سفہ نفساً ہے) یعنی اذا ادّھن شیاً الخ (یعنی یہ بھی دراصل ادھن شیاً ہوگا)

(۴) لم یـر منہ شیب میں ضمیرِ مجرور منہ کا مرجع یا شعر رأسہ (آپ کے سر کے بال) ہے جو ماقبل سے مفہوم ہے یا منہ کا مرجع دھن ہے جو ادھن سے مفہوم ہے تو اس صورت میں مِن اَجلِہٖ ہوگا کہ عدم رؤیتِ شیب (سفید بالوں کا نہ دکھائی دینا) بوجہ استعمال دھن (تیل) کے تھی کہ اس سے چمک آجاتی تھی۔

سفید بال بہت کم تھے:

مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے مقصد یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں میں تیل لگاتے تھے تو وہ چمک اٹھتے پھر وہ چند سفید بال دکھائی نہ دیتے لالتباس البیاض ببریق الشعر مِن الدھن (مواھب ص ۵۴) (سفید بالوں کا تیل لگے ہوئے بالوں کے ساتھ التباس کی وجہ سے) یا تیل لگانے کے بعد کنگھی کرنے سے دیگر بالوں کی تہوں میں سفید بال چھپ جاتے اسلئے کہ وہ بہت کم تھے۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ آپ کے سفید بالوں کی تعداد بہت کم تھی۔

ووقع فی روایۃ مسلم والنسائی عن جابر ایضاً کان رسول اللہ ﷺ قد شمط مقدم رأسہ ولحیتہ وکان اذا ادّھن لم یتبیّن واذاشعث رأسہ تبین قال الطیبی شعث ای تفرق شعر رأسہ فدل ھذا علی انہٗ عندالادھان کان یجمع شعر رأسہ ویضم بعضہ الی بعض۔ وکانت الشعرات البیض مِن قلتھا لاتبین فاذا شعث رأسہ ظھرت (جمع ۱۱۲) (مسلمؒ

Marfat.com

اورنسائی ؒ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ؐ نے سر اور داڑھی کے سامنے والے حصے میں کنگھی کی تھی، جب آپ ؐ سر میں تیل لگاتے تو سفید بال واضح نہ ہوتے اور جب سر کے بالوں کو الگ الگ کرتے تو وہ ظاہر ہو جاتے۔ بقول طیبیؒ کے، شعث کے معنی سر کے بالوں کو الگ الگ کرنا تو اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تیل لگاتے وقت آپ ؐ سر کے بالوں کو اکٹھا کرتے تو سر کے سفید بال قلت کی وجہ سے ظاہر نہ ہوتے اور جب سر کے بالوں کو کنگھی سے الگ کرتے تو وہ سفید بال بھی ظاہر ہو جاتے)۔

(۳۹/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ ..

ترجمہ! محمد بن عمرو بن ولید کندی کوفی نے بیان کیا۔ اُن کو خبر دی یحیٰ بن آدم نے شریک کے حوالے سے۔ اُن کو یہ روایت عبیداللہ بن عمر سے پہنچی جنہوں نے یہ روایت نافع سے نقل کی اور نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سفید بال تقریباً بیس تھے

راویان حدیث (۱۳۸) محمد بن عمرؒ (۱۳۹) یحیٰ بن آدمؒ (۱۴۰) شریکؒ (۱۴۱) عبیداللہ بن عمرؒ (۱۴۲) نافعؒ اور (۱۴۳) عبداللہ بن عمرؓ (۱۴۴) عاصم بن عمر کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قلتِ شیب کی ایک توجیہ:

قال انما كان شيب رسول الله صلى الله عليه وسلم نحواً ... اى قريباً منها (مواهب ص ۵۵) اور یہ بات تفصیل سے گزر چکی ہے کہ یہ روایت حضرت انسؓ کی روایت کے مخالف نہیں ہے قاضی محمد عاقل شارح الشمائل لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے سفید بال کم ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات عورتیں سفید بالوں کو ناپسند کرتی ہیں اور اگر حضور اقدس ﷺ کی کسی چیز کو ناپسندیدگی سے دیکھا جائے تو کفر ہے نعوذ

Marfat.com

بـالله مِن ذلک ' لہذا حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات کی محافظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بالوں کو زیادہ سفید نہیں ہونے دیا (حلاوة المتعلمين)

(۴۰/۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنِ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ وَّ الْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَ عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ.

ترجمہ! ابوکریب محمد بن علاء نے ہمیں بیان کیا۔ اُن کو معاویہ بن ہشام نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت شیبان سے اور انہوں نے ابواسحٰق سے نقل کی' ان کے استاد عکرمہ ہیں جنہوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۃِ ھود ' سورۃِ واقعہ 'سورۃِ مرسلات 'سورۃِ عم یتساء لون ' سورۃِ اذا الشمس کورت 'ان سورتوں نے مجھے بوڑھا بنادیا۔

راویان حدیث (۱۴۵) ابوکریبؒ (۱۴۶) معاویہ بن ہشام (۱۴۷) شیبانؒ (۱۴۸) عکرمہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

قیامت کے ہولناک مناظر نے بوڑھا کردیا :

قال ابوبکر یا رسول الله قد شبت ... حدیث کا واضح مفہوم ترجمہ میں آچکا ہے حضرت ابوبکر کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ھود ' المرسلات ' عم یتساء لون اور واذا الشمس کوّرت نے بوڑھا کردیا۔ طبرانی نے الحاقة ' ابن مردوية میں هل أتاک حديث الغاشية ' ابن سعد میں ألقارعة وسأل سائل اور واقتربت الساعة کا اضافہ ہے۔ ملاعلی قاریؒ مذکورہ سورتوں کے نام لے کر فرماتے ہیں وامثالها مما يدل علی احوال القيامة واهوالها (جمع ص ۱۱۳) یعنی ان جیسی سورتیں جو قیامت کے ہولناک حالات کے تذکرہ پر مشتمل ہیں۔ یہ اختلاف یا تو تعددِ واقعات کی وجہ سے ہے یا

Marfat.com

روایت بالمعنیٰ ہے یا اختصار پر محمول ہے اور جہاں صرف سورہ ہود کا ذکر آیا ہے۔ اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں امر مشکل فاستقم کماأمرت ہے (ثابت قدم رہئیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے) جیسا کہ الاستقامة فوق ألف كرامةٍ (استقامت ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے) سے واضح ہے۔

بعض حضرات نے شبہ کیا ہے کہ یہ امر تو سورۃِ شوریٰ میں بھی ہے محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں سورہ شوریٰ میں خصوصاً آپ کو حکم ہے واستقم كما امرت ولا تتبع اهوأء هم (۴۲:۱۵) (اور قائم رہ جیسا کہ حکم کیا گیا تو۔ اور مت پیروی کر خواہشوں ان کی) اور سورہ ھود میں آپ کے ساتھ آپ کی امت کو بھی حکم ہے واستقم كما امرت ومن تاب معك (۱۱:۱۱۲) (پس سیدھا رہ جس طرح سے حکم کیا گیا تو اور جس نے توبہ کی تیرے ساتھ) تو امت پر شفقت و رأفت کی بنا پر آپ کو سورۃِ ھود کی ہولناکیوں سے زیادہ تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ سوال بوجہ ان کے رقیق القلب ہونے اور آپ سے بے تکلف تعلقِ خاطر ہونے کے پیش نظر تھا اور آپ کا جواب بھی آپ کے امورِ آخرت میں فکر و اہتمام وكثرة حمله لاعباء امته (اور اپنی امت کے زیادہ بوجھ اٹھانے کی وجہ سے) پر مشتمل تھا (اتحافات ص ۷۹)

یا ربّ امتی :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فکرِ آخرت اور فکرِ امت کا کس قدر اہتمام تھا، شیخ عبدالجواد الدومیؒ نے اپنی کتاب میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔

(۱) امّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک رات اٹھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر موجود نہ تھے پریشان ہوئی اور آپ کو تلاش کرتے کرتے جنت البقیع پہنچ گئی دیکھا تو آپ قیام کی حالت میں ہیں اور بارگاہ الٰہی میں گڑ گڑا گڑ گڑا کر، تضرع وابتھال کے ساتھ دعا کر رہے ہیں۔ زبان مبارک سے جو الفاظ نکل رہے ہیں وہ ذات کے لئے نہیں بلکہ امت کے لئے تھے یا ربّ امتی (اے ربّ میری

Marfat.com

امت) اور جب سجدے میں گئے تب بھی ''یا ربّ امتی'' کا ورد زبان پر تھا۔
سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں یہ اضطراب انگیز منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! أین القرآن لقد نسیته لأجل هذهِ الأمة یعنی قرآن کہاں ہے اس سے تعلقِ خاطر نمایاں ہونا چاہئے آپؐ نے سجود و قیام میں گویا قرآن بھلا کر امت کی فکر اور امت کے ذکر کو اپنا لیا آپؐ نے سنا تو فرمایا یاعائشة! أتعجبین مِن هذا تمہیں امت سے میرے اس تعلقِ خاطر پر تعجب ہے اقول ما دمت فی الحیاۃ یا ربّ امتی میں جب تک زندہ رہوں گا یا ربّ امتی کہتا رہوں گا فاذا دخلت القبر أقول یا ربّ امتی پھر جب قبر میں داخل ہوں تب بھی یا ربّ امتی کہوں گا فاذا نفخ فی الصور أقول یا ربّ امتی جب صور پھونکا جائے گا میں تب بھی یا ربّ امتی کہوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کسوف کے لئے سجدے میں گئے اور دیر تک اسی حالت میں رہے اور بڑے تضرع، عجز و انکسار اور عاجزی سے دعا کرتے رہے ألم تعدنی أن لا تعذبهم و أنا فیهم اے میرے ربّ کیا آپ نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب تک میں ان کے درمیان رہوں آپ ان پر عذاب نازل نہیں فرماویں گے۔
ألم تعدنی ان لا تعذبهم وهم یستغفرون ونحن نستغفرک کیا آپ نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے آپ ان پر عذاب نازل نہیں فرماویں گے اور ہم تو آپ سے استغفار کرتے ہیں۔
(۳) امام قرطبیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے میں لکھا ہے. فاذا عصف الصراط بأمتی جب میری امت کا پل صراط پر گزرنا سخت اور دشوار ہو جائے گا نادوا وا محمداہ! وامحمداہ! تو میری امت بے قراری سے چیخ اٹھے گی اور پکارے گی۔ وا محمداہ، وا محمداہ! فأبادر مِن شدة اشفاقی علیهم میں اپنی امت پر شدتِ اشتیاق اور تعلقِ خاطر کی وجہ سے ان سے آگے آگے ہوں گا۔
فکرِ آخرت میں نڈھال ہو جانے کی وجہ سے وجبریل آخذ بحجزتی جبریل میری کمر پکڑے ہوئے ہوں گے فانادی رافعاً صوتی میں بارگاہ صمدیت میں

Marfat.com

بلند آواز سے دعا والتجا کروں گا۔

یارب امتی اے میرے ربّ! میری امت کی مغفرت فرما لا اسئلک الیوم لنفسی ولا فاطمة بنتی، آج نہ تو میں اپنی ذات کے لئے کوئی سوال کرتا ہوں اور نہ اپنی لختِ جگر فاطمہؓ کے لئے میری تو ایک ہی دعا ہے یا ربّ امتی (اتحافات ص ۷۹. ۸۰)

حدیثِ باب میں مذکورہ سورتوں میں مابه الاشتراک فاستقم کما امرت ہے اور استقامت ہی اصل چیز ہے اور بہت مشکل ہے اس حدیث کی تشریح وتوضیح میں ابن جوزیؒ نے مستقل رسالہ "فیض الجود فی حدیث شیّبتنی هود" کے نام سے لکھا ہے۔

قد شبت کا ایک معنیٰ یہ کیا گیا ہے کہ ظهر فیک آثار الشیب مِن الثقل وضعف البدن ونحوهما فهو لاینافی ماسبق مِن قلة الشیب ..... والصواب ماذکره میرک مِن أن معناه ظهر فیک أثر الضعف والکبر انتهیٰ (جمع ص ۱۱۳) یعنی آپؐ میں بڑھاپے کے آثار مثلاً بدن کا بوجھل اور کمزور ہونا اور ان جیسی علامات ظاہر ہوگئیں لہذا یہ قلتِ شیب (بمعنیٰ سابق) کے منافی نہیں ہے، جس کا ذکر پہلے ہوگیا۔۔۔اور درست توجیہ وہ ہے جس کو علامہ میرک نے ذکر کیا ہے کہ "آپؐ میں بڑھاپے اور کمزوری کا اثر ظاہر ہوگیا ہے"۔ قال صلی اللّٰه علیه وسلم شیّبتنی ای ضعفتنی ووهنت عظامی وارکانی لما اوقعتنی فی الهموم واکثرت احزانی (جمع ص ۱۱۳) (رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود الخ نے بوڑھا کردیا یعنی ان سورتوں میں مذکورہ قیامت کے ہولناک مناظر کے تصور نے مجھے کمزور کردیا اور میرے اعضاء وجوارح کو شکستہ کردیا، ان کی وجہ سے میرے غم وحزن میں اضافہ ہوا)

ملا علی قاریؒ نے شرح السنۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ سے شیّبتنی هود (کہ مجھے سورت ہود نے بوڑھا کردیا) کی روایت کی گئی ہے قال نعم فقلت بأیة آیة قال قوله فاستقم کما امرت انتهیٰ (جمع ص ۱۱۳) (آپؐ نے فرمایا کہ ہاں تو دوبارہ میں نے عرض کیا کہ کونسی آیت نے آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ) کے اس قول (کہ تو جیسے حکم کیا گیا ویسے استقامت دکھلائے)

Marfat.com

(۶/۱۴۱) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِي هُوْدٌ وَّ اَخَوَاتُهَا۔

ترجمہ! ہمیں سفیان بن وکیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن بشر نے خبر دی انہوں نے یہ روایت علی بن صالح سے اور انہوں نے ابواسحق سے نقل کی ۔ وہ ابوجحیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر کچھ بڑھاپے کا (ضعف) محسوس ہونے لگا حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا

راویانِ حدیث (۱۴۹) محمد بن بشرؒ (۱۵۰) علی بن صالحؒ (۱۵۱) حضرت ابوجحیفہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مضمونِ حدیث:

قال قالوا ای الصحابة اورئیسهم ابوبکر والجمع للتعظیم والاوّل اظهر وانما نسب الیهم مع ان القائل واحد لاتفاقهم فی معنیٰ هذا القول فکانّ جمیعهم قالوا (جمع ص ۱۱۵) یعنی صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا ان کے رئیس حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ اور جمع کا صیغہ (قالوا) تعظیم کے لئے ہے تاہم پہلی توجیہہ زیادہ ظاہر ہے۔ سوال کرنے والا صحابی اگرچہ ایک تھا لیکن سوال سب کی طرف سے منسوب کیا گیا اس لئے کہ سارے صحابہؓ اس سوال کے مقصد پر متفق تھے تو گویا یہ سوال سارے صحابہؓ نے کیا۔

بہرحال صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔

آپؐ کو بوڑھا کردینے والی سورتیں:

ابن سعدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مسجد نبوی میں منبر کے قریب تشریف فرما تھے اچانک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اس حال میں اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے ۔

قال انس وکان ابوبکر رجلاً رقیقاً وکان عمر رجلاً شدیداً حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

انتہائی نرم تھے اور حضرت عمرؓ سخت مزاج تھے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا بابی وامی لقد اسرع فیک الشیب ۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ پر تو بڑھاپے نے جلدی کردی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی طرح اُمڈ پڑے۔

ثم قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اجل: شیبتنی ھود واخواتھا ۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! مجھے سورۃ ہود نے اور اسی طرح دوسری سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے قال ابوبکر بابی وامی ماخواتھا ؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان اسی طرح کی اور سورتیں کونسی ہیں۔ قال الواقعۃ والقارعۃ وسأل سائل واذا الشمس کوّرت (جمع ص ١١٥)
(آپ ﷺ نے فرمایا سورہ واقعہ، القارعہ، سأل سائل، اور اذا الشّمس کوّرت ہیں)

(٤٢/٧) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَنْبَانَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ اَبِيْ رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ تَيْمِ الرِّبَابِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ ابْنٌ لِيْ قَالَ فَاُرِيْتُهُ فَقُلْتُ لَمَّا رَاَيْتُهُ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهُ شَعْرٌ وَقَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهُ اَحْمَرُ .

ترجمہ! ہمیں علی بن حجر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب بن صفوان نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت عبدالملک بن عمیر سے اور انہوں نے ایاد بن لقیط عجلی سے نقل کی۔ وہ ابو رمثہ تیمی تیم الرباب سے روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لیئے ہوئے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضور اقدس ﷺ دکھلائے گئے میں نے جب حضور اقدسؐ کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اس وقت حضور اقدس ﷺ دو سبز کپڑے پہن رہے تھے اور آپؐ کے چند بالوں پر کچھ بڑھاپے کے آثار غالب ہوگئے تھے لیکن وہ بال سرخ تھے۔

راویانِ حدیث (١٥٢) شعیب بن صفوانؒ (١٥٣) عبدالملک بن عمیرؒ (١٥٤) ایاد بن لقیطؒ اور (١٥٥) حضرت ابو رمثہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

هذا نبی اللّٰه :

قال اتیت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومعی ابن لی ... ابو رمثہؓ - کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ اس وقت میرا بیٹا بھی تھا۔ لم یذکر اسمه ورواية الترمذی عن الاب وفی رواية ,,ومعی ابی ،، فتکون مِن الابن ، فلا تنافی (اتحافات ص ۸۱) (ابورمثہ نے اس کا نام ذکر نہیں کیا اور ترمذی کی روایت باپ سے ہے اور ایک روایت میں ہے (کہ ابورمثہ کہتے ہیں) کہ میرے ساتھ میرا باپ تھا تو پھر روایت بیٹے سے ہوگی۔ اس لئے دونوں روایات میں منافات نہیں ہے) قال فاریته. کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کو دکھایا اس میں هو ضمیر ابن کو راجع ہے فاریتهٗ فعل مجہول ہے ای جعلنی ابی اوغیره رائیاً رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (جمع ص ۱۱۶) پھر جب میرے بیٹے نے آپؐ کو دیکھا فقلت لما رآیته ای مِن غیر تامل وتراخ (جمع ص ۱۱۶) پھر جب میں نے آپؐ کو دیکھا تو مجھے یہ کہنا پڑا۔ هذا نبی اللّٰه معناه علمت یقیناً انه نبی اللّٰه مِن نور جماله العلّی وظهور کماله الجلّی حیث لا یحتاج الیٰ اظهار معجزة واتیان برهانٍ ومحجة (جمع ص ۱۱۶) (میں یقینی طور پر جان گیا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں آپؐ کے نورِ جمال اور کمالِ جلی کے ظہور سے، جس کے لئے کسی معجزہ یا دلیل وبرہان کے لانے کی ضرورت نہیں تھی) حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا واقعہ بھی یہی مشہور ہے جو یہودیوں کے بڑے عالم تھے وہ خود کہتے ہیں کہ جونہی میں نے پہلی نظر میں آپؐ کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھا عرفت أنّ وجهه لیس بوجهِ کذاب (شمائل ترمذی) (کہ میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ کا چہرہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں)

جمالِ رخِ انور صلی اللہ علیہ وسلم :

وقیل أرئیته مبنی للمعلوم ولعله أنس فقلت حین رأئیته علی البداهة ! هذا نبی اللّٰه ' لنور بهائه ' وشدة جماله وظهور کماله (اتحافات ص ۸۱) یعنی ایک قول یہ ہے کہ أرئیته صیغہ معروف کے ساتھ ہے۔۔۔ آپؐ کو جونہی میں نے دیکھا تو کمالِ ظہور، بے

Marfat.com

پناہ حسن و جمال اور حیران کن انوار کی وجہ سے میں بلا تامل کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے نبی ہیں۔

ایک امتی کا جمال اور جلال:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ہیبت و اجلال کے آثار اور نبوت کے انوار تھے جن کو دیکھ کر بے اختیار انسان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے۔ ہم گناہ گاروں نے تو چودھویں صدی کے آپ کے ایک امتی، ایک سچے عاشق، ایک محبِ صادق، استاذی و استاذ العلماء محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے مبارک چہرہ کو دیکھا اور بار بار دیکھا کبھی سیری نہیں ہوتی تھی ہر بار نیا رنگ، نیا حسن، جمال ایسا کہ دیکھتے رہئیے اور جلال ایسا کہ نگاہ اٹھتے ہی نظریں نیچے چلی جاتی تھیں نو وارد کہتا۔ واللہ! میں نے آج تک ایسا نورانی چہرہ نہیں دیکھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا چہرہ ہی ان کی حقانیت اور صداقت کی دلیل ہے۔ جب چودھویں صدی میں آپ کے ایک ادنیٰ امتی کے چہرہ کے جلال و جمال کا یہ عالم ہو تو خود سرورِ عالم ﷺ کے چہرہ انور کے حسن و جمال کا منظر کیا ہوگا۔

ثوبانِ اخضران کی تشریح:

وعلیہ ثوبانِ اخضران اس وقت دو سبز کپڑے آپ کے زیبِ تن تھے ایک تو لنگی تھی اور دوسری چادر وھما ازار ورداء مصبوغان بالخضرة (مواہب ص۵۷) ای مصبوغان بلون الخضرة بتمامها (جمع ص ۱۱۶) یعنی مکمل طور پر سبز رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ویحتمل انهما كانا مخطوطين بخطوط خضر كما ورد فی بعض الروایات بردان، بدل ثوبان والغالب ان البرود ذوات الخطوط (جمع ص ۱۱۶) (اس کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں پر سبز دھاریاں تھیں جیسا کہ بعض روایات میں دو کپڑوں کے بجائے دو چادروں کا ذکر ہے اور غالب یہ ہے کہ چادریں دھاری دار ہوتی ہیں)۔

Marfat.com

شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں والـلبـاس الاخضر ھو لباس اھل الجنة کما فی خبر ویدل علیه قوله تعالیٰ ویلبسون ثیاباً خضراً (مواھب ص ۵۷) یعنی سبز لباس اہل جنت کا لباس ہے جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے باری تعالیٰ کا قول ''اہل جنت سبز لباس میں ملبوس ہوں گے'' بھی اس دعویٰ پر دلالت کرتا ہے۔

سبز لباس پہننے کا حکم:

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وماقیل فیه أن لبس الثوب الاخضر سنة ضعفه ظاھر اذغایة مایفھم منه انه مباح انتھیٰ وضعفه ظاھر إذ الأشیاء مباحة علیٰ اصلھا فاذا اختار المختار شیئاً منھا بلبسه لا شک فی افادة الاستحباب والله اعلم بالصواب (جمع ص ۱۱۷) یعنی یہ جو کہا جاتا ہے کہ سبز لباس پہننا سنت ہے اس قول کا ضعف ظاہر ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سبز لباس کا استعمال مباح ہے اور اس کا ضعف بھی ظاہر ہے اس لئے کہ اشیاء اصل کے اعتبار سے خود مباح ہیں، پس جب آپ ؐ نے ان میں سے کسی چیز کو لباس کے لئے اختیار کیا تو کم از کم اس کے مستحب ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔

سفید بالوں کا سنہری منظر:

ولـه شعر الخ آپ ؐ کے بال مبارک نمایاں تھے وقد علاہ (ای غلبه وشمله) الشیب (وھذا فی حدود العدد الوارد) ۔(یہ بڑھاپا سفید بالوں کے عدد وارد شدہ تک محدود تھا) جن سے بڑھاپے کی وجہ سے سفیدی ظاہر ہو رہی تھی۔ شعر پر تنوین تقلیل کے لئے ہے اس لئے اس کا ترجمہ ,,چند موئے مبارک،، سے کرنا زیادہ موزون ہے وشیبه احمر یعنی یہ سفیدی سرخی مائل تھی اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یہ ایک فطری اور قدرتی بات ہے کہ جب بال سفید ہوتے ہیں تو پہلے سنہرا پن اختیار کر کے سرخی مائل ہو جاتے ہیں پھر سفید ہوتے ہیں صحابی نے آپ ؐ کے سفید بالوں کو اس وقت دیکھا ہوگا جب ان میں سنہرا پن آچکا تھا اور اس کے بعد ان پر سفیدی آنے والی تھی۔

(۲) اور دوسرا معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ؐ کے وہ محدود بال سفید ہو چکے ہوں اور

Marfat.com

آپ ؐ نے مہندی کا خضاب استعمال کیا ہو اور بال سرخ ہو گئے ہوں۔ شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ والشعر الابیض منه مصبوغ بالحمرة بناء علیٰ ثبوت الخضب منه صلی اللّٰه علیه وسلم ویحتمل ان المراد شعره الأبیض یخالطه حمرة فی أطرافه لأن العادة أن الشعر إذا قرب شیبه أحمر ثم أبیض (مواھب ص۵۷) (اور آپ ﷺ کے سفید بال سرخی سے رنگے ہوئے تھے کیونکہ حضور ﷺ سے خضاب کرنا ثابت ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ کے سفید بالوں کے اطراف میں سرخی کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہو کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ جب بالوں میں بڑھاپا آتا ہے تو پہلے کچھ سرخ پھر سفید ہو جاتے ہیں)

(۸/۴۳) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مَنِیعٍ اَخْبَرَنَا سُرَیْجُ بْنُ النُّعْمَانِ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قِیلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَکَانَ فِیْ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْبٌ قَالَ لَمْ یَکُنْ فِیْ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا شَعَرَاتٌ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِہٖ اِذَا ادَّھَنَ وَارَاھُنَّ الدُّھْنُ۔۔

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سریج بن نعمان نے خبر دی۔ ان کو حماد بن سلمۃ نے سماک بن حرب کے حوالے سے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ جابر بن سمرۃ سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک میں سفید بال تھے انہوں نے کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل لگانے کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

راویانِ حدیث (۱۵۶) سریج بن نعمانؒ (۱۵۷) حماد بن سلمہؒ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں أکان، جبکہ بعض روایات میں ھل کان ہے شعرات میں تنوین تقلیل کے لئے ہے مفرق رأسه سے مراد محل الفرق من رأسه (سر کا وہ حصہ جس میں مانگ نکالی جاتی ہے) ہے۔

Marfat.com

اور مختار میں ہے المفرق وسط الرأس وهو الموضع الذى يتفرق فيه الشعر و كذا فى مفرق الطريق (مواھب ص ۵۷) یعنی مفرق سر کے وسط کو کہتے ہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں سر کے بالوں میں مانگ نکالی جاتی ہے۔ اور ایسا ہی مفرق الطریق (اس چوگلہ) کو کہتے ہیں جہاں سے راستہ جدا ہوتا ہے) اذا ادّهن اى استعمل الدهن ووضعه على رأسه واراهنّ مِن المواراة اى غيّبهن الدهن واخفاهن وسترهن بحيث لايراها احد الا بتدقيق نظر وتعميق بصرو هو كناية عن قلتهن (جمع ص ۱۱۷) یعنی "ادهن" کا معنی یہ ہے کہ جب آپ ﷺ تیل استعمال کرتے اور اسے سر کے بالوں میں لگاتے تو یہ تیل سر کے سفید بالوں کو چھپا دیتا اور بال ایسے چھپ جاتے کہ تعمق اور غور سے دیکھے بغیر نظر نہ آتے اور یہ ان بالوں کے تھوڑا ہونے سے کنایہ ہے۔

سفید بال اکھیڑنے کا حکم:

یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ سفید بالوں کا اکھیڑنا اکثر علماء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ شیخ ابراھیم الپیجوری ؒ بھی تنبیہ کے تحت فرماتے ہیں۔ ويكره نتف الشيب عند أكثر العلماء لحديث مرفوع لا تنتفوا الشيب فإنه نور المسلم رواه الاربعة وقالوا حسن . (مواھب ص ۵۷) (اور اکثر علماء کے نزدیک سفید بالوں کا اکھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ تم بڑھاپے (سفید بالوں کو) مت اکھاڑو یہ تو مسلمان کے لئے نور (روشنی) ہے۔ یہ حدیث اربعہ (چاروں صحاح) نے نقل کی ہے اور یہ کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) حدیث میں سوال بھی چونکہ سر اقدس کے بالوں کے بارے میں تھا اس لئے حضرت جابر بن سمرۃ ؓ نے جواب میں بھی صرف سر مبارک کا ذکر کیا اور داڑھی اور کنپٹیوں کا ذکر نہیں کیا۔

==============================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کرنے کے بیان میں

خضاب کا معنیٰ:

خضاب بروزنِ کتاب ما یخضب به (جس چیز کے ساتھ خضاب لگایا جائے) کو کہتے ہیں کما فی القاموس تلوین پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے وھذا انسب للباب (اتحافات ص ۸۳) (اور یہی باب کے زیادہ مناسب ہے)

مہندی، وسمہ، کتم اور کسی مرکب سے بالوں کو رنگا جائے خضاب کہلاتا ہے بمعنی 'تلوین الشعر بالحناء ونحوه (مواھب ص ۵۸) بعض حضرات نے اس میں عموم کیا ہے کہ بالوں کے علاوہ انسانی اعضاء واندام کو رنگنا بھی خضاب کہلاتا ہے۔

گذشتہ باب سے ربط:

گذشتہ باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سفیدی آئی تھی اور تقریباً اٹھارہ (۱۸) بال سفید ہو چکے تھے اس کے بعد باب ھذا کے انعقاد کی مناسبت یہ ہے کہ معلوم کیا جائے۔ کہ آپؐ نے سفید بالوں کا خضاب کیا تھا یا نہیں ناسب اردافه بباب خضابه لیعلم حاله اثباتاً ونفیاً (مواھب ص ۵۸)

(باب الشیب کے بعد باب الخضاب کا لانا اس لئے مناسب ہے کہ خضاب کے استعمال کا ثبوت یا نفی معلوم ہو سکے)

مسئلہ خضاب کی تفصیل اور شرعی حکم:

خضاب کے بارے میں تفصیلی بحث اس سے قبل بھی صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱ پر گزر چکی ہے علماء

Marfat.com

کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا تھا نہیں اس اختلاف کی وجہ مختلف روایات ہیں۔

علماء احناف کا رجحان:

علماء کی اکثریت کا رجحان یہ ہے کہ آپؐ نے خضاب نہیں فرمایا تھا آپؐ کے بال مبارک جو سرخی مائل اور سنہری تھے وہ قدرتی تھے امام ترمذیؒ کا بھی یہی رجحان ہے احناف کا رجحان بھی اس طرف ہے چنانچہ احناف کی معتبر کتابوں مثلاً درمختار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے کہ آپ کا عدم خضاب زیادہ صحیح ہے علامہ شامیؒ نے اس کی وجہ بھی یہی بتائی ہے کہ آپؐ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں سترہ (۱۷) بال سفید تھے جو خضاب کو نہیں چاہتے تھے

صاحبِ مواہب جن کے حوالے بار بار اسی شرح میں نقل کیے جا رہے ہیں اس کے قائل ہیں کہ آپؐ نے کبھی کبھی خضاب کیا اور اکثر نہیں کیا بأنه صلى الله عليه وسلم صبغ في وقت وتركه في معظم الاوقات .فاخبر كل بما رأى وهذا التاويل كالمتعين كما قاله ابن حجر (مواهب ص ۵۸) (دلیل میں ابن حجرؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات تو خضاب کیا لیکن اکثر اوقات میں اس کے ترک کرنے پر کاربند رہے اس لئے ہر شخص نے جس طرح دیکھا اس کی روایت کردی اور گویا تطبیق کی یہی صورت متعین ہے)

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ ،حضرت عثمان ذوالنورین ،حضرات حسنینؓ نے خضاب کیا اور سرخ خضاب کے جواز بلکہ استحباب پر علماء احناف کا اتفاق ہے سیاہ خضاب سوائے موقع جہاد کے مکروہ ہے الخضاب بالسواد قال عامة المشائخ انه مكروه (محيط) (عامة المشائخ کے نزدیک سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے)

شوافعؒ کا مسلک:

شوافع کے نزدیک خضاب سنت ہے اور سیاہ خضاب حرام ہے۔ شیخ ابراھیم الیجوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم علماء شافعیہ کے نزدیک سیاہ خضاب حرام ہے اور بغیر سیاہ کے

Marfat.com

دوسرے خضاب سنت ہیں وهو عندنا معاشر الشافعية بغير السواد سنة وبالسواد حرام پھر واضح طور پر فرماتے ہیں کہ اس پر دلیل وہ حدیث صحیحین ہے جس میں ارشاد ہے کہ فتح مکہ کے روز ابوقحافہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لایا گیا جبکہ اُن کی داڑھی اور سر مبارک کے بال سفید تھے تو آپ ؐ نے فرمایا غیروا هذا بشئی واجتنبوا السواد اس سفیدی کو کسی شئی سے بدل دو اور سیاہ کرنے سے بچو (مواہب ص ۵۸)۔

شیخ ابراھیم بیجوریؒ نے اپنے موقف کو مزید احادیث سے مبرھن کیا ہے ذیل میں ان کا موقف اور مزید دلائل درج کیے جا رہے ہیں۔

وفی الصحیحین أیضاً عن ابن عمرؓ أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يصبغ بالصفرة زاد ابن سعد وغيره عن ابن عمر أنه قال فأنا أحب أن أصبغ بها ومارواه أحمد وابن ماجة عن ابن وهب قال دخلنا على أم سلمة فأخرجت إلينا من شعر النبي صلى الله عليه وسلم فإذا هو مخضوب بالحناء والكتم وعن أبي جعفر قال شمط عارضا رسول الله صلى الله عليه وسلم فخضب بحناء وكتم وعن عبدالرحمٰن الثمالي قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغير لحيته بماء السدرويأمر بتغيير الشعر مخالفة للأعاجم وفي حديث أبي ذر إن أحسن ماغير تم به الشيب الحناء والكتم أخرجه الأربعة وعن أنس دخل رجل على النبي صلى الله عليه وسلم وهو أبيض اللحية والرأس فقال ألست مؤمناقال بلى قال فاختضب لكن قيل إنه حديث منكرولا يعارض ذلك ماورد أنه صلى الله عليه وسلم لم يغير شيبه لتأويله جمعابين الأخبار بأنه صلى الله عليه وسلم صبغ في وقت وتركه في معظم الأوقات فأخبر كل بما رأى وهذا التأويل كالمتعين كماقاله ابن حجر . (مواهب ص ۵۸) (صحیحین میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو زرد رنگ کی مہندی لگاتے ہوئے دیکھا۔ ابن سعد وغیرہ نے ابن عمرؓ کے حوالے سے اس روایت میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا: میں اس سے خضاب لگانے کو پسند کرتا ہوں۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے ابن وہب سے روایت بیان کی ہے کہ ہم ام سلمہ کے ہاں گئے تو انہوں نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بال دکھائے تو ان میں حناء اور کتم کا خضاب لگا ہوا تھا۔ ابوجعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالوں میں کنگھی

Marfat.com

کی اور اس میں مہندی اور کتم کا خضاب لگایا۔

عبدالرحمٰن الشمالی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی کے بالوں کو بیر کے پانی سے متغیر کرتے اور عجمیوں کی مخالفت میں بالوں کی سفیدی کو متغیر کرنے کا حکم دیتے۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت میں ہے کہ بہترین چیز جس سے تم بالوں کی سفیدی کو متغیر کرتے ہو وہ مہندی اور کتم ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم مومن نہیں ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں مومن ہوں۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ ان بالوں میں خضاب لگاؤ۔ تاہم بعض حضرات نے اس حدیث کو ''منکر'' قرار دے دیا۔

یہ مذکورہ روایات اس روایت کے معارض نہیں ہیں جس میں ہے کہ آپؐ نے اپنے سفید بالوں کو خضاب سے متغیر نہیں کیا۔ اس لئے کہ روایات میں تطبیق دیتے ہوئے اس روایت کی تاویل کی گئی ہے۔ تطبیق یوں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی خضاب لگایا اور اکثر اس کو ترک بھی کیا تو ہر راوی نے جس حالت میں آپؐ کو دیکھا اس کو بیان کیا۔ بقول ابن حجر کے یہ تاویل متعین کی طرح ہے)۔

(۱/۴۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مَنِیعٍ اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالْمَلِکِ بْنُ عُمَیْرٍ عَنْ اِیَادِ بْنِ لَقِیْطٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْرِمْثَةَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ ابْنٍ لِیْ. فَقَالَ اِبْنُکَ هٰذَا فَقُلْتُ نَعَمْ اَشْهَدُ بِهٖ قَالَ لَایَجْنِیْ عَلَیْکَ وَلَا تَجْنِیْ عَلَیْهِ. قَالَ وَرَاَیْتُ الشَّیْبَ اَحْمَرَ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی هٰذَا اَحْسَنُ شَیْءٍ رُوِیَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ وَاَفْسَرُ لَانَّ الرِّوَایَاتِ الصَّحِیْحَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْلُغِ الشَّیْبَ وَاَبُوْرِمْثَةَ اِسْمُهٗ رِفَاعَةُ بْنُ یَثْرِبِیِّ التَّیْمِیُّ..

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ اُن کو ہشیم نے خبر دی۔ اُن کو بیان کیا عبدالملک بن عمیر نے، ایاد بن لقیط سے روایت کرتے ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابورمثہ نے خبر دی۔ کہنے لگے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک لڑکے کو ساتھ لے

Marfat.com

کر حاضر ہوا تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ میرا بیٹا ہے کہ آپ اس کے گواہ رہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں اور تیری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں۔ ابو رمثہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے حضور اقدس ﷺ کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

راوی حدیث (۱۵۸) ھشیمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

فقال ابنک ھذا ... یہاں پر ہمزہ استفہام محذوف ہے فالاصل أھذا ابنک (مواھب ص ۵۸) یعنی کیا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ دوسری وجہ استفہام یہ ہے کہ آپؐ کو یہ تو معلوم تھا کہ اُن کا بیٹا بھی ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ یہی اُن کا بیٹا ہے اس لئے دریافت فرمایا کہ کیا واقعۃً یہی تمہارا بیٹا ہے۔ فاستفھم عن کون ابنه ھذا و قال ابنک ھذا (مواھب ص ۵۸).

أشھدبه ... اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ صیغہ امر ہو ای کن شاھداً علی اقراری بانه ابنی یعنی میرے اس اعتراف پر آپؐ گواہ رہیے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ صیغہ مضارع ہو أی أعترف و أقربه (مواھب ص ۵۸) (میں اس کا اقرار واعتراف کرتا ہوں)۔

رسمِ جاہلیت کا بطلان:

لا یَجنی علیک ... دراصل زمانہ جاہلیت میں عربوں کا طریقہ تھا کہ اگر باپ کسی قصور یا کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو بدلے میں بیٹا پکڑا جاتا اور اگر بیٹے سے کوئی جرم صادر ہوتا تو باپ پکڑا جاتا تھا لہذا ابو رمثہؓ نے یہ بات اسی نقطہ نظر سے کہی کہ یہ میرا اپنا صلبی بیٹا ہے اگر مجھ سے کوئی جرم یا قصور صادر ہو جائے تو عربوں کے مذکورہ طریقہ کے مطابق میرے اس لڑکے ہی سے بدلہ لیا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے اس طریقہء جاہلیت کا کلیۃً رد فرمایا

Marfat.com

اورارشادفرمایا لا یجنی علیک ولا تجنی علیه یعنی تیرے بیٹے کے جرم کا تجھ سے اور تیرے جرم کا اُن سے مواخذہ نہ ہوگا۔

بل جنایته علیه و جنایتک علیک ولا تؤاخذبذنبه ولا یؤاخذهو بذنبک لان الشرع أبطل قاعدة الجاهلیة قال تعالیٰ ولا تزر وازرة وزر أخرى (مواهب ص۵۸) (بلکہ اس کے جرم کا وبال اور سزا اس پر ہے اور تمہارے جرم کا تجھ پر۔ اس کے گناہ کا مواخذہ تم سے نہیں ہوگا اور نہ وہ تمہارے گناہ پر ماخوذ ہوگا اس لئے کہ شریعت نے جاہلیت کے طریقہ کو مسترد کیا باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'')

دین اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے اب اس میں دورِ جاہلیت کا کوئی ظلم یا کسی بھی قسم کی زیادتی کا طریقہ جاری نہیں رکھا جاسکتا اور نہ ہی رہ سکتا ہے اسلام کا یہ طریقہ نہیں کہ جرم ایک کا ہو سزا دوسرے کو ملے۔

ملا علی قاریؒ کی نقلِ روایات:

قال ورائیت الشیب احمر ... ابورمثہؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے آپؐ کے چند سفید بالوں کو سنہری یعنی مائل بہ سرخی دیکھا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ أحمرای لقربه مِن البیاض اوبسبب الخضاب وهو المناسب للباب وزاد الحاکم مِن هذاالوجه وشیبه احمر مخضوب بالحناء ولا بی داؤد وکان قد لطخ لحیته بالحناء وعند احمد فاذا رجل له وفرة بها ردع مِن حناء وفی روایة فرأیت برأسه ردع حناء واخرج ابن الجوزی فی کتاب الوفاء من طریق غیلان بن جامع عن ایاد بن لقیط عن ابی رمثة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخضب بالحناء والکتم وهذهِ الروایة صریحة فی خضابه صلی الله علیه وسلم (جمع ص ۱۱۹) یعنی سفیدی کے قریب ہونے کی وجہ سے یا خضاب کی وجہ سے وہ بال سنہری معلوم ہورہے تھے اور یہی (آخری توجیہ) اس باب کے مناسب ہے۔ حاکم نے اسی طریق سے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ مہندی لگانے کی وجہ سے آپ کے سفید بال مائل بہ سرخی تھے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے داڑھی کو مہندی سے لتھیڑا تھا۔ مسند احمد کی

Marfat.com

روایت میں ہے کہ اچانک ایک شخص جلوہ افروز ہوئے جس کے بال کانوں کی لوتک تھے اور وہ مہندی سے لت پت تھے۔ ایک روایت میں ہے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے آپؐ کے سر کے بالوں کو مہندی سے لت پت دیکھا۔ ابن الجوزی نے ''کتاب الوفاء'' میں حضرت ابورمثہؓ کے حوالہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ؐ مہندی اور کتم کا خضاب لگاتے۔ یہ روایت آنحضرت ﷺ کے خضاب بارے بالکل واضح ہے۔

نفی اور اثبات کی روایت میں تطبیق:

لم یبلغ الشیب والی روایت اور زیر بحث خضاب والی روایت بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں بلکہ تطبیق کی صورت واضح ہے کیونکہ نفی کی روایات میں کثرت کی نفی ہے کہ کثرت سے شیب نمایاں نہیں تھا اور اثبات کی روایات قلت پر محمول ہیں۔

قال ابوعیسیٰ :

قال ابوعیسیٰ ! اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہ تلامذہ کا اضافہ ہو مگر یہ احتمال بعید ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مصنفؒ کا کلام ہے بناء علی غلبة کنیّته علی اسمه وهو فی ذلک تبع لشیخه ومقتداه وهو الامام ابوعبدالله محمد بن اسمٰعیل البخاری حیث عبر فی صحیحه وسائر تصانیفه ایضاً عن نفسه بابی عبدالله (جمع ص ۱۱۹) (اس بناء پر کہ آپؒ کے نام کے مقابلے میں کنیت کا استعمال غالب تھا اور اس سلسلے میں آپؒ اپنے شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کے متبع تھے۔ جنہوں نے صحیح بخاری اور اپنے دیگر تمام تصانیف میں اپنے آپ کو ''ابوعبداللہ'' سے تعبیر کیا ہے) ولم یقل قال بالاضمار لخفاء المرجع والاشتباه بقال سابقاً (جمع ومناوی ص ۱۱۹) (اور امام ترمذیؒ نے اپنے لئے اضمار کے ساتھ ''قال'' بھی استعمال نہیں کیا ایک تو مرجع مخفی رہتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راوی کے سابقہ ''قال'' کے ساتھ اشتباہ پیدا ہو جاتا)۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو احسن اور زیادہ بہتر اسلئے کہا ہے کہ اس میں بالوں کے سرخ

Marfat.com

ہونے کا ذکر ہے کیونکہ بال سفید ہونے سے قبل قبل مائل بہ سرخی ہوتے ہیں مقصد واضح ہے کہ ابھی آپؐ کے بال سنہری تھے اور آپؐ سفید بالوں کی حد تک پہنچے ہی نہیں تھے۔

هذا احسن ای کثیرا مایقول المصنف فی جامعه هذا اصح شئی فی الباب ولا یلزم من هذه العبارة کما قاله النووی فی الاذکار صحة الحدیث فانهم یقولون هذا اصح مافی الباب وان کان ضعیفاً ومرادهم انه ارجح ما ورد فی الباب (حاشیه عربی خصائل) (یہ روایت احسن ہے ۔ مصنفؒ اکثر اوقات اپنی جامع ترمذی میں فرماتے ہیں ''اصح شئی فی الباب'' تاہم اس عبارت سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا ، جیسا کہ نوویؒ نے ''الأذکار'' میں کہا ہے۔ اس لئے کہ محدثین حضرات ''هذا اصح ما فی الباب'' اس وقت بھی استعمال کرتے ہیں اگر چہ وہ روایت ضعیف ہو۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ باب میں واردشدہ احادیث میں یہ روایت سب سے زیادہ راجح ہے)

(۴۵/۲) حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ وَکِیعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبِی عَنْ شَرِیْکٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْهُرَیْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی وَرَوٰی اَبُوْعَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ ..

ترجمہ! ہمیں سفیان بن وکیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں میرے باپ نے شریک کے حوالے سے خبر دی اور انہوں نے عثمان بن موهب سے یہ روایت نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوھریرہؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا انہوں نے کہا کہ ہاں کیا۔

راویان حدیث (۱۵۹) عثمان بن وھبؒ (۱۶۰) ابوعوانہ اور (۱۶۱) ام سلمہؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

متن حدیث کی اجمالی تشریح :

عثمان بن وھب نے یہ روایت اسی اسناد کے ساتھ حضرت ابوھریرہؓ سے نقل کی ہے سائل کا

Marfat.com

ذکر نہیں کیا لعدم تعلق الغرض بتعیینه (مواهب ص ۵۹) یعنی اس کے تعین کے ساتھ غرض متعلق نہیں تھی۔ نَعَمْ سے مراد یہ ہے کہ ابوھریرہؓ نے فرمادیا نعم یعنی خضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأن نعم لتقرير ماقبلها مِن نفي اواثبات (مواهب ص ۵۹) (جی ہاں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تھا۔ اس لئے کہ "نعم" ماقبل کے مثبت یا منفی کلام کی تقریر کے لئے آتا ہے) اس حدیث سے خضاب کرنا مدلول ہے کہ آپؐ کا گاہے گاہے کا معمول ہے جبکہ دیگر بہت سی روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے اپنے بالوں کو رنگ نہیں دیا تھا تطبیق اس سے قبل عرض کردی گئی کہ بانه صلی الله علیه وسلم خضب فی وقت وترک الخضاب فی معظم الاوقات فاخبر بکل مارأی (مواهب ص ۵۹) (کہ بے شک آپ ﷺ نے کسی وقت تو خضاب کیا لیکن اکثر اوقات میں اس کا ترک کیا ہے پر ہر راوی نے اپنی رؤیت (دیکھنے) کی خبر دی ہے)

غرضِ قال ابو عیسیٰ:

قال ابو عیسیٰ... یہاں سے امام ترمذیؒ روایتِ زیر بحث کے اضطراب کا تذکرہ کرتے ہیں وروی ابو عوانة هذا الحدیث عن عثمان بن عبدالله بن موهب فقال عن امّ سلمة (کہ ابوعوانہ نے یہ حدیث بواسطہ عثمان بن عبداللہ بن موھب حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے) اس سے مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راوی کو شک ہوگیا کہ بجائے حضرت امّ سلمۃ کے ابوھریرہؓ کہا تو گویا وھمِ راوی اور اختلافِ رُواۃ کو بیان کرنا ہے۔ نیز یہ احتمال بھی ہے کہ دوسری روایت کو بطور تائید کے پیش کرتے ہیں کہ جس طرح یہ روایت حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے۔ اسی طرح یہ روایت حضرت امّ سلمۃؓ سے بھی مروی ہے وغرضه ذکر طریق آخر لهذا الحدیث (مواهب ص ۵۹) (اور اس سے غرض اس حدیث کو دوسرے طریق سے ذکر کرنا مقصود تھا) اور ایک فائدہ عثمان کے نسب کی تحقیق بھی ہے کیونکہ طریق اول میں وہ جد کو منسوب تھے۔

اور اس روایت میں اس کے والد کے نام کی تصریح ہے اور یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ عثمان نے تو دونوں طریق میں ابوھریرہ اور امّ سلمۃؓ سے روایت نقل کی ہے مگر طریقِ اول میں شریک

Marfat.com

نے عثمان سے اور انہوں نے ابو ھریرہؓ سے روایت کی ہے جبکہ دوسرے طریق میں ابوعوانہ نے عثمان سے اور انہوں نے امّ سلمہؓ سے روایت کی ہے۔

(۴۶/۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنْبَاَنَا النَّضْرُ بْنُ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ جَنَابٍ عَنْ اِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنِ الْجُهْذَمَةِ امْرَأَةِ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَتْ اَنَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ يَنْفُضُ رَأْسَهٗ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَبِرَأْسِهٖ رَدْعٌ اَوْ قَالَ رَدْغٌ مِنْ حِنَاءٍ شَكَّ فِیْ هٰذَا الشَّيْخُ ..

ترجمہ! ہمیں ابراہیم بن ھارون نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس حدیث کی خبر نضر بن زرارہ نے ابو جناب کے حوالے سے دی اور انہوں نے یہ روایت ایاد بن لقیط سے حاصل کی جنہوں نے اسے زوجہ بشیر بن الخصاصیہؓ سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے غسل فرما رکھا تھا اس لئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور آپؐ کے سر پر حنا کا اثر تھا۔

راویان حدیث (۱۶۲) ابراھیم بن ہارونؒ (۱۶۳) النضر بن زرارۃؒ (۱۶۴) ابو جنابؒ (۱۶۵) حضرت جھذمہؓ اور (۱۶۶) بشیر بن الخصاصیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

ینفض وہ جھاڑتے تھے مضارع ہے اور نفض ماضی ہے نفض مصدر ہے جھاڑنا، ہلانا، لرزنا۔ ردع زعفران کو کہتے ہیں جس کپڑے میں لتھڑی ہوتی ہو اس کو ردع کہتے ہیں وھو لطخ مِن الزعفران واثر الطیب ردغ کیچڑ کے معنیٰ میں آتا ہے وھو الوحل الشدید. (جمع ۱۲۲)

قال العسقلانی اتفق المحققون علی ان الردغ بالمعجمة غلط فی هذا الموضع لإطباق اهل اللغة علیٰ انه بالمهملة لطخ مِن الزعفران (مواهب ۶۰) (علامہ عسقلانیؒ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ سب محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں لفظ ردغ (معجمہ) بالکل غلط ہے کیونکہ لغت والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لفظ ردع (مھملہ) ہے یعنی زعفران کے ساتھ آلودہ ہونا) ابن حجرؒ کہتے ہیں ردع کا معنیٰ الصبغ ہے اور ردغ کا معنیٰ طین رقیق ہے تاہم یہ فرق اصل لغت کے اعتبار سے ہے والمراد ھنا واحد وھو اثر صبغ وطیب. (مواھب ۶۰)

حلاوۃ المتعلمین میں ہے کہ علماء محققین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ردغ (غین معجمہ کے ساتھ) غلط ہے اور صحیح ردع (عین مہملہ کے ساتھ) ہے فرماتے ہیں کہ اہل لغت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ردع (مہملہ) کا معنیٰ لمعہ ہے یا قطعہ ہے جو کہ زعفران یا حنا کا ہوتا ہے اور ردغ (معجمہ) کے معنیٰ طین و کیچڑ کے ہوتے ہیں یہ دوسرا معنیٰ قطعاً مناسب نہیں ہے۔شک فی ھذا الشیخ ...

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اُن کے شیخ 'ابراھیم بن ہارون کو شک تھا کہ اس موقع پر راوی نے ردع کا لفظ استعمال کیا تھا یا ردغ کا ای شک فی انہ ردع او ردغ . (مناوی ص ۱۲۲)

(۴/۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَمْرُوبْنُ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ اَخْبَرَنَا حُمَیْدُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا قَالَ حَمَّادُ وَاَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدِبْنِ عَقِیْلٍ قَالَ رَاَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ مَخْضُوْبًا .

ترجمہ! ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا۔اُن کو عمرو بن عاصم نے خبر دی۔اُن کو حماد بن سلمۃ نے اور انہیں حمید نے حضرت انسؓ کے حوالے سے خبر دی۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔حماد کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بن عقیل نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کے پاس رسول اللہ ﷺ کے خضاب کیے ہوئے بال دیکھے۔

راویان حدیث (۱۶۷) عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ (۱۶۸) عمرو بن عاصمؒ اور (۱۶۹) عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

ایک اشکال سے جواب:

مضمون اور مفہوم حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے
اس روایت میں اشکال یہ ہے کہ گذشتہ باب کی پہلی حدیث میں حضرت انسؓ کی یہ تصریح ہے کہ آپؐ کے بال خضاب کرنے کے معیار تک نہیں پہنچے تھے جبکہ اس روایت میں حضرت انسؓ ہی کے پاس آپؐ کے خضاب شدہ بالوں کا ذکر ہے۔ محدثین حضرات اس کے جواب میں فرماتے ہیں

(۱) دونوں روایتیں مختلف اوقات کی ہیں اور دونوں اپنی جگہ درست ہیں۔

(۲) یہ روایت بھی خضاب کے بارے میں صریح نہیں ہے ہو سکتا ہے تعظیماً بال منڈوانے کے بعد کسی نے خضاب دیدیا ہو جیسے بعد الانقطاع کی تائید حماد کے قول سے ہوتی ہے والرواية الثانية التي تفيد ان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم رُئى عند انس مخضوباًيحتمل انه مِن فعل انس لحفظ شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم (اتحافات ص ۸۶) یعنی حضرت انسؓ کے پاس جو خضاب کیا ہوا بال دیکھا گیا تھا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ کے بالوں کی حفاظت کے خاطر خود اس کو خضاب لگایا ہو

عبدالجواد الدومی کی تلخیص بحث:

شیخ عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں اس باب میں چار احادیث مذکور ہیں اہلِ علم نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا خضاب کرنا بہتر ہے بوجہ حدیثِ شیخین کے' ان اليهود والنصارىٰ لا يصبغون فخالفوهم (یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تو تم ان کی مخالفت کرو) اسی لئے تو حضرت ابوبکرؓ 'حضرت عمرؓ 'حضرت عثمانؓ اور حضراتِ حسنینؓ نے خضاب کیا تھا۔
یا ترکِ خضاب اولیٰ ہے بوجہ حدیث ترمذی کے عن كعب بن مرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنْ شاب شيبةً في الاسلام كانت له نوراً يوم القيامة (حضرت کعب بن مرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان ہونے کی حالت میں بڑھاپے کو پہنچے تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن روشنی کا ذریعہ ہوگا) طبری نے حضرت

Marfat.com

ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکرہ تغیر الشیب ، (نبی کریم ﷺ سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند کرتے تھے) اس لئے تو حضرت علیؓ ، حضرت سلمۃ بن اکوعؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ نے خضاب نہیں کیا۔ شیخ جوادؒ نے جمع بین الامرین کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قوله : ولعل الجمع بين الأمرين بأن مَن شانه الشيب ينبغي له الخضاب ، ومن لم يشنه فلا يستحب له (اتحافات ص ۸۶) یعنی امرین میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ سفید بال عیب دار معلوم ہوتے ہوں اس کو خضاب لگانا چاہئے اور جس کے ساتھ معیوب نہ لگے اس کے لئے خضاب لگانا مستحب نہیں۔ بہر حال ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خضاب کا مسئلہ اور معاملہ وسیع ہے ولكنه اولىٰ مِن عدمه لعموم الأحاديث الواردة في ذلك (تاہم نہ لگانے کی بہ نسبت خضاب لگانا بہتر ہے بوجہ واردشدہ عمومی احادیث کے) امام احمدؒ خود بھی خضاب لگاتے تھے اور خضاب لگانے والے سے محبت کرتے تھے بعض علماء نے اس مسئلہ میں بھی عرف کا اعتبار کیا ہے۔ تاہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب اسود سے منع فرمایا ہے لامره أبا جحيفة بان يغيّر شيبه و يجتنب السواد (اتحافات ص ۸۷) (کیونکہ آپ ﷺ نے ابوجحیفہؓ کی بالوں کی سفیدی کو تبدیلی کا حکم تو دیا لیکن ساتھ ہی سیاہ خضاب سے بچنے کا فرمایا) اور اسی طرح بہت سے روایات میں اس کی شناعت اور برائی کو اشارہ ہے۔ جیسے کہ علامہ ملا علی قاریؒ نے فرمایا لحديث ابن عباس ايضا مرفوعاً يكون قوم في آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة رواه ابوداؤد والنسائي وفي اسناده مقال (جمع ص ۱۲۴) (حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کبوتر کے پوٹے کی مانند اس سیاہی کے ذریعہ خضاب کریں گے، ایسے لوگ جنت کی بو بھی نہیں پائیں گے)۔ اسی ضمن میں ملا علی قاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ومنهم من فرق في ذلك بين الرجل والمرأة فاجاز لها دون الرجل واختاره الحليمي واما خضب اليدين والرجلين فيستحب في حق النساء ويحرم في حق الرجال الا للتداوى

Marfat.com

(حوالہ بالا) یعنیبعض فقہاء نے سیاہ خضاب کے بارے میں مرداورعورت میں فرق کیا ہے عورت کے لئے سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے جبکہ مرد کے لئے ناجائز، اسی کو حلیمی نے اختیار کیا ہے اور ہاتھوں، پیروں پر مہندی لگانا عورتوں کے لئے تو مستحب ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے البتہ تداوی کے لئے جائز ہے۔

لونِ اصفر کی ترغیب و برکات:

شیخ ابراھیم البیجوریؒ نے المطامح وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ **خضاب بالاصفر** محبوب اور پسندیدہ عمل ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی پسندیدگی اور مدح کی طرف **انها بقرة صفرآء فاقع لونها تسر الناظرين** (۲:۶۹) (وہ ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے، خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو) سے اشارہ فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے **ان من طلب حاجة بنعل أصفر قضيت لأن حاجة بني اسرائيل قضيت بجلد أصفر فيتأكد جعل النعل من الأصفر** (مواہب ص ۶۱) (کہ جو شخص کسی حاجت کو زرد جوتے کے ذریعہ تلاش کرتا ہے تو وہ پوری ہو جائیگی اسلئے کہ بنی اسرائیل کی حاجت پیلے چمڑے کے ساتھ پوری کردی گئی تھی اس لئے جوتا زرد چمڑے سے بنانا مؤکد ہے)

علامہ بیجوریؒ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ ہمیشہ نعالِ اصفر کے پہننے کی ترغیب دیا کرتے تھے کیونکہ **صفرة** ان الوان سے ہے جو انسان میں مسرتیں پیدا کرتے ہیں۔ **كما اشار اليه جمهور المفسرين** حضرت ابن عباسؓ بھی فرماتے ہیں کہ **صفرة** (زرد رنگ) نفس میں انبساط پیدا کرتی ہے اور ھم و غم کو دور کردیتی ہے حضرت ابن زبیر اور یحیٰ بن کثیر نے کالے جوتوں کے پہننے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان کے پہننے سے غم بڑھتا ہے۔

و قال ابن حجر في الفتاوىٰ و جاء يا معشر الأنصار حمروا أو صفروا و خالفوا أهل الكتاب و كان عثمان يصفر (مواہب ص ۶۱) (ابن حجرؒ نے فتاویٰ میں کہا کہ یہ بھی وارد ہے کہ اے گروہ انصار کا! تم (سفید بالوں کو) سرخ یا زرد (پیلا) کرو اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو اور حضرت عثمانؓ بھی بالوں کو زرد کیا کرتے تھے)

Marfat.com

سفید بالوں کے اکھاڑنے کا حکم:

اس سے قبل بھی صفحہ ۳۰۵ پر اجمالاً عرض کیا گیا تھا مزید توضیحاً عرض ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک سفید بالوں کا اکھاڑنا مکروہ ہے لحدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده مرفوعاً لاتنتفوا الشیب فانه نور المسلم رواه الاربعة وقال الترمذی حسن (سفید بال نہ اکھیڑو کہ یہ مسلمان کا نور ہے) اور امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے بروایت قتادہؒ نقل فرمایا قال کان یکره نتف الرجل الشعرة البیضاء من رأسه ولحیته وقال بعض العلماء لا یکره نتف الشیب الا علی وجه التزین وقال ابن العربی وانّما نهی عن النتف دون الخضب لان فیه تغییر الخلقة من اصلها بخلاف الخضب فانه لا یغیّر الخلقة علی الناظر الیه واللّٰه الموفق للصواب. (سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو اکھیڑنا مکروہ ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرف تزیّن کی غرض سے اکھیڑنا مکروہ ہے۔ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ سفید بالوں کو اکھیڑنا ممنوع ہے نہ کہ مہندی لگانا اس لئے کہ اکھیڑنے میں اصل خلقت کی تبدیلی ہے اس کے برعکس خضاب میں خلقت کی تبدیلی نہیں ہے) (جمع ص ۱۲۴)

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ كُحْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

باب حضور اقدس ﷺ کے سُرمہ کے بیان میں

امام ترمذیؒ نے اس باب میں مختلف طُرق کے اعتبار سے چھ حدیثیں بیان فرمائی ہیں جو حقیقت میں چار حدیثیں بنتی ہیں۔ وفی الباب ستة احادیث باعتبار الطرق وھی فی الحقیقة اربعة (مواھب ص ۶۲) ان احادیث میں خود حضور اقدس ﷺ کا بنفسِ نفیس اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالنا' سرمہ کے استعمال کے بارے میں ہدایات اور سرمہ استعمال کرنے کے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

بابِ خضاب کے بعد بابُ الکحل کے لانے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ کحل کو بھی خضاب کے ساتھ ایک گونہ مشابہت ہے لشبه الکحل بالخضاب فی أنه نوع مِن الزینة (مواھب ص ۶۱) (اس لئے کہ سرمہ کو بھی خضاب کے ساتھ زینت کے اقسام میں سے ہونے میں مشابہت ہے)

سرمہ کا استعمال' شرعی حکم اور منافع:

والکُحل (بالضم) کل مایوضع فی العین للاستشفاء (ہر وہ چیز جو حصولِ شفا کی غرض سے آنکھ میں رکھی جاتی ہے) والکَحلُ (بالفتح) جعلُ الکُحل فی عینه (آنکھ میں سرمہ ڈالنے کو) کو کہتے ہیں (مواھب ص ۶۱) اور کَحَل بفتحتین بمعنی خلقی طور پر آنکھ کا سرمگین ہونا (تقریر ترمذی) فالفاعل کاحل والمفعول مکحول (مناوی ص ۱۲۵) (تو اس کا اسمِ فاعل کاحل" اور اسمِ مفعول مَکحول" کے وزن پر آتا ہے) سرمہ مختلف قسم کے حجریات (پتھروں) سیاہ' سفید' نیلے' پیلے اور سرخی مائل سے تیار کیا جاتا ہے جو کہ انسانی

Marfat.com

آنکھوں کے لئے مفید ذریعہ حفاظت اور زینت و جمال کا باعث ہے۔

سرمہ مستحبات میں سے ایک جائز ضرورت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود سرمہ استعمال فرماتے تھے جس سے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں یعنی زینت' شفاء' اور سنت وھو یکون للزینة أو التطیّب أو الاستشفاء (اتحافات ص ۸۸) بہرحال سرمہ کا استعمال درجہ استحباب میں ہے اتباعِ سنت کی نیّت سے ہو پھر تو عبادت ہی عبادت ہے۔

شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ والاکتحال عندنا معاشر الشافعیة سنة للاحادیث الواردة فیه (مواهب ص ۶۲) ہم شافعیہ کے نزدیک بوجہ ان احادیث کے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سنت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

شیخ ابراھیم البیجوریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ کے پاس اسکندرانیہ کی ایک ڈبیہ تھی جس میں شیشہ' کنگھی' سرمہ دانی' قینچی اور مسواک وغیرہ ہوا کرتے تھے اور آپؐ کے شیشے کا نام المدلة تھا۔ کان له صلی اللّٰه علیه وسلم ربعة اسکندرانیة فیها مرآة ومشط ومکحلة ومقراض ومسواک وکانت له مرآة اسمها المدلة (مواهب ص ۶۵)

ابن عربیؒ کا ارشاد :

ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ سرمے کے استعمال میں دو فائدے ہیں۔

(۱) زینت 'جب حصول زینت کی نیت سے استعمال کیا جائے تو یہ شرعاً مطلوب ہے باعثِ اجر وثواب بھی ہے اور یہ تصنّعاتِ مذمومہ میں داخل نہیں جو شرعاً ممنوع ہیں کحلِ زینت کے لئے شرعاً کوئی تحدید نہیں وہ بقدرِ حاجت ہے۔

(۲) تطیّب' جب تطیّب کی نیت سے استعمال ہوگا فھو یقوی البصر وینبت الشعر البتة' (تو وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بالوں کی بڑھوتری کرتا ہے) کحلِ منفعت اور کحلِ تطیّب کے لئے وقت متعین ہے۔ وقته صاحب الشرع کل لیلة (مواهب ص ۶۲) (صاحب شریعت نے اس کو ہر رات کے ساتھ مؤقت کیا ہے)

Marfat.com

(۴۸/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدِ الرَّازِیُّ اَنْبَاَنَا اَبُوْدَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ عَنْ عَبَّادِبْنِ مَنْصُوْرٍعَنْ عِکْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یَجْلُوْا لْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مُکْحُلَةٌ یَکْتَحِلُ مِنْھَا کُلَّ لَیْلَةٍ ثَلَاثَةً فِیْ ھٰذِہٖ وَثَلَاثَةً فِیْ ھٰذِہٖ

ترجمہ! ہمیں محمد بن حمید رازی نے بیان کیا۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوداؤد طیالسی نے خبر دی ۔انہوں نے یہ روایت عبّاد بن منصور سے نقل کی اور انہوں نے عکرمۃ سے۔وہ اپنے استاذ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے حضرت ابن عباسؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۱۷۰) محمد بن حُمید الرازیؒ اور (۱۷۱) عبّاد بن منصورؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اثمد کی فضیلت وبرکات:

اکتحلوا بالاثمدِ ارشاد ہے آنکھوں میں اثمد سرمہ لگایا کرو ای دوموا علی استعمالہ (جمع ومناوی ص ۱۲۶) یعنی اس کو پابندی سے استعمال کرو۔ اثمد ایک خاص قسم کا پتھر ہے جسے (پیس کر) سرمہ بنایا جاتا ہے۔حجر یکتحل بہ (جمع ص ۱۲۶) تورپشتیؒ نے فرمایا یہ حجر معدنی ہے بعض نے کہا۔ ھو الکحل الاصفھانی (جمع ص ۱۲۶) (یہ اصفہانی سرمہ ہے) اثمد کالا سرمہ ہے مگر سرخی مائل وھو اسود یضرب الی حمرۃ (مواھب ص ۶۲) اس میں بہت سے فائدے ہیں ینشف اللمعۃ والقروح ویحفظ صحۃ العین ویقوی عصابتھا لا سیما للشیوخ والصبیان (جمع ص ۱۲۶) (کہ آنسوؤں، پھوڑوں کو خشک کرتا ہے اور آنکھوں کی صحت مضبوطی تقویت کا ذریعہ بنتا ہے

Marfat.com

خصوصاً بوڑھوں اور بچوں کے لئے)

اثمد سرمہ کے استعمال کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے خود حضور اقدس ﷺ نے استعمال فرمایا اور اس کے استعمال کرنے کا حکم دیا حالانکہ آپ ﷺ صرف بھلائی اور خیر کا ہی حکم دیتے ہیں۔ ویکفی فی فضله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اکتحل به وامر باستعماله وهو لا یأمر الا بخیر (اتحافات ص ۸۸) ابن ماجۃ میں روایت ہے کہ تمام سرموں میں بہترین سرمہ اثمد ہے کہ روشن کرتا ہے نگاہ کو اور اگاتا ہے پلکوں کو (ابن ماجہ ص ۲۵۰) نیز اسی باب کی حدیث ۴/۵۱ صفحہ ۳۳۳ میں بھی یہی حدیث مذکور ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالاثمد المروح عندالنوم وقال لیتقه الصائم (رسول اللہ نے سوتے وقت اثمد سرمہ لگانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ روزہ دار اس سے بچے) بیهقی میں ہے کان یکتحل بالاثمد وفی سنده مقال یعنی آپؐ اثمد کا سرمہ لگاتے تھے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے قالت کان لرسول الله اثمد یکتحل به عندمنامه فی کل عین ثلاثا (جمع ص ۱۲۶) (نبی کریم ﷺ کے پاس اثمد سرمہ تھا اور سوتے وقت ہر آنکھ میں اس سے تین سلائی لگاتے) تاہم اتنا یاد رہے کہ اس کے مخاطب صحت مند ہیں مگر جو آنکھ مریضہ ہو اسے اثمد کا استعمال نقصان دیتا ہے اما العین المریضة فقد یضرها الاثمد (مواهب ص ۶۲)

فانه یجلو البصر بصارت کو روشن کرتا ہے آنکھوں کی میل کچیل دور کرتا ہے انه کی ضمیر کا مرجع اثمد ہے یا اکتحال ہے یجلوا جلاء سے ہے یعنی اثمد یا عملِ اکتحال' آنکھوں کو پاک وصاف کر دیتا ہے۔ موادِ ردیّہ جو سر سے آنکھوں میں نازل ہوتا ہے اسے دور کر دیتا ہے ویدفع المواد الردیئة المنحدرة الیه مِن الرأس (مواهب ص ۶۲)

وینبت الشعر... انبات سے ہے یعنی آنکھوں کی پلکوں کے بالوں کی افزائش کرتا ہے اسی طرف اشارہ ہے کہ سرمہ کے استعمال سے دورانِ خون درست ہوتا ہے جس کی وجہ سے پلکوں کے بال لمبے اور گھنے ہو جاتے ہیں جب پلکیں کمزور ہوں تو آنکھوں

Marfat.com

کی صحیح حفاظت نہیں ہو پاتی تو بصارت پر اثر پڑتا ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں المراد شعر اهداب العين الذى ينبت على اشفارها وعند ابى عاصم والطبرى مِن حديث على بسندحسن عليكم بالاثمد فانه منبتة للشعر مذهبة للقذى مصفاة للبصر (جمع ص ۱۲۶) یعنی اس سے آنکھوں کے پلکوں کے بال مراد ہیں جو آنکھوں کے کنارے پر آگئے ہیں۔ ابو عاصمؒ اور طبریؒ سے سند حسن کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں فرمایا کہ : اثمد سرمہ استعمال کیا کرو اس لئے کہ یہ پلکوں کے بال اُگاتا ہے، میل کچیل کو دور کرتا ہے اور بصارت کو صاف کر دیتا ہے۔

بعض ائمہ متبوعین کے آراء و دلائل:

ابن حجرؒ فرماتے ہیں امر یہاں پر ندب کے لئے ہے کیونکہ سرمہ لگانا دنیوی منافع کے قبیل سے ہے بعض ائمہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ اكتحال بالاثمد سنت ہے کیونکہ آپؐ نے اس پر ہمیشگی اور مواظبت کی ہے اور اس کی دعوت بھی دی ہے۔

امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ فقط زینت کے لئے سرمہ لگانا مکروہ ہے البتہ ان کے نزدیک امراضِ خفیفہ سے تداوی کے لئے سرمہ لگانا جائز ہے۔ وفى هذا اشارة الى أننا نقصد عند الاكتحال التسنّن و دوام الصحة والاستشفاء (اتحافات) (اس میں یہ اشارہ ہے کہ سرمہ کے استعمال کرنے کے وقت طلبِ شفا اور صحت اور سنت پر عمل کرنے کا ارادہ ہو)

لفظِ زعم کی بحث:

لفظِ زعم سے قبل قولی حدیث تھی کہ حضور اقدس ﷺ نے سرمہ اثمد کے استعمال کی ترغیب دی اب آگے لفظِ زعم کے بعد فعلی حدیث کا بیان ہے کہ سرمہ کے استعمال سے متعلق آپؐ کا اپنا معمول مبارک کیا تھا اس میں پہلی بات تو یہ ہے لفظ زعم کا معنی کیا ہے دوسرا یہ کہ اس میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے؟

(۱) یہاں پر لفظِ زعم بمعنی قال کے ہے دونوں ہم معنی ہیں اور ضمیر حضرت ابن عباسؓ کو راجع ہے ملا علی قاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ ضمیر کا مرجع اگر ابن عباسؓ کو قرار دیا

Marfat.com

جائے۔ وھو أقرب وبالاستدلال أنسبُ (جمع ص ۱۲۶) (یہی زیادہ راجح اور استدلال کے مناسب ہے) اور زعم بمعنیٰ قولِ محقق کے ہوگا والمراد به هناک القول المحقق (اتحافات ص ۸۹)

(۲) بعض حضرات نے کہا اگر چہ یہ قول ضعیف بھی ہے کہ زعم کی ضمیر کا مرجع محمد بن حمید ہیں تو پھر زعم اپنے لغوی معنیٰ شک پر باقی رہے گا جو ضعفِ حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ درمیانی راویوں کو ساقط کر دیا گیا۔ علامہ ملا قاریؒ لکھتے ہیں فالزعم باق علی معناه المتبادر اشارة الی ضعف حدیثه باسقاط الوسائط بینه وبین النبی صلی الله علیه وسلم (جمع ص ۱۲۶)

(۳) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظِ زعم سے شک والی بات مراد ہی نہیں بلکہ قال اور زعم کو الگ الگ لانے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قولی حدیث اور فعلی حدیث میں امتیاز کرنا چاہتے ہیں لفظ قال سے حدیث قولی اور لفظِ زعم سے حدیثِ فعلی کو اشارہ ہے۔ اور ایک اشارہ اس امتیاز کو بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث مرفوع ہے اور دوسری موقوف ہے۔ وایماء الی ان الاول حدیث مرفو ع والثانی موقوف اوالاول قولی والثانی فعلی (جمع ص ۱۲۶)

لفظِ مُکحلة کی بحث:

کانت له مُکحلة ... آپؐ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں آپؐ سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے مکحلة اسم آلہ ہے قاعدہ کے لحاظ سے میم پر کسرہ آنا چاہیئے تھا مگر یہاں ضمہ ہے تاہم محدثین اور ائمہ لغت اسے اسم ظرف نہیں مانتے بلکہ اسم آلہ قرار دیتے ہیں جس کا ضمہ خلاف القیاس ہے اور نوادر وعجائب سے ہے۔

اسم آلة الکحل علی خلاف القیاس والمراد منها مافیه الکحل. (جمع ص ۱۲۷)

رات کو سرمہ کے استعمال اور عملِ تثلیث کی حکمت و برکت:

یکتحل منها کل لیلة ثلاثة ... آپؐ ہر رات اس سے سرمہ کیا کرتے تھے تین

Marfat.com

سلائی اِس آنکھ میں اور تین سلائی اُس آنکھ میں۔ رات کو سرمے کے استعمال میں فائدہ یہ ہے۔ والحکمة فیه انه حینئذٍ ابقیٰ للعین وامکن فی السرایة الیٰ طبقاتها (جمع ص ۱۲۷) یعنی اس میں حکمت یہ ہے کہ سرمہ دیر تک آنکھ میں رہتا ہے اور اچھی طرح آنکھ کے مختلف حصوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ ثلاثة ای متوالیة (جمع ص ۱۲۷) وحکمة التثلیث توسطه بین الاقلال والاکثار (مناوی ص ۱۲۷) تثلیث کی حکمت قلت اور کثرت کے درمیان متوسط عدد کو اختیار کرنا ہے)

ایتار کی صورتیں اور حکمت و برکات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من اکتحل فلیوتر (ابو داؤد) ایتار (طاق عدد) میں دو قول ہیں (۱) ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ کیا جائے۔ جیسا احادیث میں مذکور ہے لیکون فی کل عین یتحقق الایتار (جمع ص ۱۲۷) (تا کہ ہر آنکھ میں ایتار پر عمل ہو جائے)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں آنکھوں میں پانچ سلائیاں کی جائیں تا کہ مجموعی طور پر ایتار مکمل ہو۔ تین دائیں میں اور دو بائیں میں جیسے کہ شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ اس صورت میں مناسب صورتِ استعمال سرمہ کی یہ ہو کہ ابتداء بھی اور انتہاء بھی دائیں سے تفضیلاً لها علی الیسار (جمع ص ۱۲۷) (دائیں کو بائیں پر فضیلت کی وجہ سے)۔

(۳) اور یہ بھی جائز ہے کہ ہر آنکھ میں دو دو سلائی سرمہ کیا جائے وواحدة بینهما تو بھی ایتار کی تکمیل ہو جائے گی۔

(۴) اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ دائیں آنکھ میں تین سلائی متعاقبةً یکجا کی جائیں اور بائیں آنکھ میں دو سلائی فیکون الوتر بالنسبة الیهما جمیعاً (جمع ص ۱۲۷) (تو مجموعہ کی نسبت ایتار ہو جائے گا) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وأرجحها الاول لحصول الوتر شفعامع انه یتوصل ان یکتحل فی کل عین واحدة ثم وثم ویؤل امره الی الوترین بالنسبة الی العضوین (جمع ص ۱۲۷) (ان میں پہلی صورت زیادہ راجح ہے

Marfat.com

اس لئے کہ اس سے ہر آنکھ میں تین، تین سلائی دو مرتبہ ڈالنا حاصل ہو جاتا ہے چونکہ اعضاء یعنی آنکھیں دو ہیں لہذا اس سے ایتار یعنی دو مرتبہ ثابت ہو جاتا ہے) علامہ بیجوری ؒ فرماتے ہیں ۔ ویمکن الجمع بین هذه الروایات باختلاف الاوقات ففعل کلافی وقت (مواھب ص ۶۳) (مختلف روایات میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں تو ہر ایک صورت کو آپؐ نے کسی نہ کسی وقت اختیار کیا ہے)

شیخ عبدالرؤف ؒ کی توضیح وتنبیہ:

شیخ عبدالرؤف اپنی شرح شمائل میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے کے دو فائدے ہیں (۱) زینت (۲) تطیّب ۔ اور جب اس کا استعمال زینت کے لئے ہو تو یہ ظاہری بناوٹ اور تصنّع سے مستثنیٰ ہے اور وہ مذموم تصنّع نہیں جو شرعاً ممنوع ہے مثلاً ''وصل'، اصلی بالوں کے ساتھ جعلی بالوں کا امتزاج' الوشم جسم کے حصوں پر سوئی گودنے اور ابھرنے کے ذریعہ نقش ونگار بنانا' تفلج دانتوں میں چیر نکالنا وغیرہ۔ سرمہ زینت کرنے والوں کے لئے رخصت اور اللہ کی رحمت ہے اور جب سرمہ تطیّب کی نیت سے استعمال کیا جائے تو آنکھوں کو قوت وطاقت ملتی ہے ضعف وکمزوری کا ازالہ ہوتا ہے اوپر والے بال اگتے ہیں جو قوتِ باصرہ کو روشن کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں اور تیز شعاعوں سے نظر کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ہاں کحل برائے زینت کی کوئی شرعی حد مقرر نہیں ہے اس کے اظہار واخفاء میں قدرِ حاجت کا اعتبار ہے البتہ کحل منفعت کے لئے شارع نے رات کا وقت مقرر کیا ہے فائدہ یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت سرمہ آنکھوں کے پلکوں میں رہتا ہے آنکھ کی گرمی کو سکون بخشتا ہے آنکھوں کی گہرائیوں میں خود سرایت کرتا ہے اور مقصودِ انتفاع میں اس کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔ (مناوی ص ۱۲۷)

(۴۹/۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ بن يونس عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ

Marfat.com

بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَانَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلَاثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ.

ترجمہ! ہمیں عبداللہ بن صباح ہاشمی بصری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے اس روایت کی خبردی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسرائیل بن یونس نے عبّاد بن منصور کے حوالے سے یہ خبردی (ح) اور ہمیں بیان کیا علی بن حجر نے۔ اُن کو بیان کیا یزید بن ھارون نے۔ اُنہیں خبردی عبّاد بن منصور نے۔ انہوں نے یہ روایت عکرمۃ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی یہ صحابی رسول فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمد کے سرمہ کے ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سُرمہ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔

راویانِ حدیث (۱۷۲) عبداللہ بن صباحؒ (۱۷۳) عبیداللہ بن موسیٰؒ اور (۱۷۴) اسرائیل بن یونسؒ "تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظ ح کی توضیح :

امام ترمذیؒ اس حدیث کو تقویۃً دو اسناد کے ساتھ لائے ہیں ایک سند سے دوسری سَند کے انتقال کے لئے درمیان میں ح لایا گیا ہے کہ پہلی سند یہاں ختم ہوئی اب دوسری سند لائی جارہی ہے مابہ الاتصال فی السند پر ح لکھ دیا جاتا ہے استدلال کے لئے ایک ہی سند کافی ہوتی ہے جبکہ تمام سندات کے لانے میں تطویل ہے۔ چونکہ اسناد کا تعدّد حدیث کی تقویت کا باعث ہے اس لئے محدثین حضرات نے تطویل سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جہاں اسناد مختلفہ ہیں ایک راوی مابہ الاشتراک ہو تو وہاں ح مفردہ درج کر کے ایک سند سے دوسری سند کو انتقال کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

’’ح‘‘ کا تلفظ اور معنیٰ:

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ فرماتے ہیں ح کے تلفظ اور معنیٰ میں اختلاف ہے علماءِ مغرب اس کی تعبیر تحویل سے ‘علماءِ مشرق اس کو ح بالمد اور بالقصر پڑھتے ہیں مگر بالقصر پڑھنا اولیٰ ہے

امام شعبہ ؒ فرماتے ہیں حروف تہجی اور ایسا ثنائی کلمہ جس کے آخر پر الف ہوتا ہے اگر ترکیبِ کلام میں آجائے تو وہ بالمد پڑھا جاتا ہے اگر بغیر ترکیب کے مفرد استعمال ہو تو بالقصر پڑھنا اولیٰ ہے جیسے باتا ثاو غیرہ۔

بعض حضرات نے اسے **معجمہ** ’’خ‘‘ **بمعنیٰ اشارۃ الی اسناد آخر** قرار دیا ہے مگر زیادہ معروف اور صحیح ’’ح‘‘ مہملہ ہے بعض حضرات کے نزدیک اشارہ ہے **الی آخر ماسیجیئی** کو ،بعض علماء مغرب اسے الحدیث سے ماخوذ اور اس کا بدل قرار دیتے ہیں مگر قولِ فیصل اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ح محدثین کی اصطلاح میں تحویل سے کنایہ ہے یعنی ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونا یہاں ایک فائدہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ محدثین حضرات کے عادات میں ایک یہ بھی ہے کہ جب متعدد طرق سے ایک حدیث لاتے ہیں تو متن حدیث اس سند کا درج کرتے ہیں جو عالی ہو۔ (حقائق السنن جلد اول ص ۱۰۳)

آنکھوں میں سرمہ لگانے کا طریقہ:

قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم . حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ؐ سونے سے پہلے اثمد سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے **وقال یزید بن ھارون الخ** یزید بن ہارون اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ آپ ؐ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔

جس سے آپ ؐ سوتے وقت سرمہ استعمال کرتے تھے ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں سرمہ ڈالتے۔گذشتہ روایت میں بھی آپ ؐ کا یہی معمول بیان ہو چکا ہے

Marfat.com

بیان اختلافِ الفاظ:

والمقصود بیان اختلاف الألفاظ بین روایة اسرائیل وروایة یزید وقوله انّ النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم کانت له مکحلة یکتحل منها عندالنوم ثلاثاً فی کل عین هذه روایة یزید بن هارون المتاخر بعد التحویل فالحاصل ان کلاًمِن اسرائیل ویزید روی عن عباد بلفظ غیر الآخر فاللفظ الأول روایة إسرائیل عن عباد و اللفظ الثانی روایة یزید (مواهب ص ۶۴) یعنی یہ روایتِ اسرائیل اور روایتِ یزید میں الفاظ کے اختلاف کو بیان کرنا مقصود ہے اور راوی کا یہ قول "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ الخ یہ یزید بن ھارون کی روایت ہے جو تحویل کے بعد ذکر ہے۔ حاصل یہ کہ اسرائیل اور یزید میں سے ہر ایک راوی نے عباد سے اپنے الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے تو "ح" سے پہلے کے الفاظ روایتِ اسرائیل عن عباد کے ہیں اور "ح" کے بعد والے الفاظ روایتِ یزید کے ہیں۔

(۳/۵۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مَنِیْعٍ اَنْبَأَنَامُحَمَّدُبْنُ یَزِیْدَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَاِنَّهٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ.

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ ان کو محمد بن یزید نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت محمد بن اسحٰق سے لی اور انہوں نے محمد بن منکدر سے سنی۔ وہ صحابی رسولؐ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ سوتے وقت ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔

راویان حدیث (۱۷۵) محمد بن یزیدؒ (۱۷۶) محمد بن اسحٰقؒ (۱۷۷) محمد بن المنکدرؒ اور (۱۷۸) حضرت جابرؓ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

علیکم بالإثمدعند النوم .. اپنے اوپر اثمد سُرمہ کو لازم پکڑو سوتے وقت۔

Marfat.com

علیکم اسمِ فعل ہے بمعنیٰ خذوہ تو مرادی معنیٰ یہ ہے کہ اکتحلوابه (جمع ص ۱۲۹) (اثمد کا سرمہ ڈالا کرو) ابن حجرؒ فرماتے ہیں والأمر للندب اجماعاً (جمع ص ۱۲۹) یعنی یہاں امر بالاتفاق استحباب کے لئے ہے) عندالنوم ای لأنه حینئذٍ أدخل وأنفع (مواهب ص ٦٤) (سوتے وقت اس کا سرمہ ڈالا کرو اس لئے کہ اس طرح آنکھ کے حصوں میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے اور زیادہ مفید ہے)

منافع دنیویہ کے ساتھ تعلیل:

یہی مضمون گذشتہ حدیث میں بھی گذر چکا ہے اخبار فانه یجلو االبصر وینبت الشعر عن اصل فائدة الاکتحال و کونه عندالنوم ادخل فی تلک الإ فادة (مناوی ص ۱۲۹) ملاعلی قاریؒ نے اس مقام پر طویل بحث کی ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ حدیث میں سرمہ کے فوائد کی منافع دنیویہ کے ساتھ تعلیل اس کی سنیّت کے منافی نہیں بالخصوص جبکہ اس پر حضور اقدس ﷺ کی مداومت اور ترغیباتِ قولیہ بھی موجود ہیں اور یہ منافع امورِاخرویہ کے لئے وسیلہ بھی ہیں۔

کمعرفة الطهارة وتوجه القبلة وغیرذلک مما یترتب علی منافع البصر حتیٰ فضله بعضهم علی السمع متعنا الله تعالیٰ بهما (جمع ص ۱۲۹) یعنی جیسا کہ طہارت اور استقبالِ قبلہ وغیرہ معلوم کرنا جونظر کے فوائد میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے بصارت کو سماعت پر ترجیح دی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے فوائد سے بہرہ مند فرمائے۔اور تعلیل سے ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ سرمہ لگانے والے جب تحصیل سنت کا ارادہ کریں تو اس کے لئے یہ بھی چاہیئے کہ وہ معالجہ اور دواء کی بھی نیت کرے، عورتوں کی طرح مجرد زینت پر اکتفاء نہ کرے۔ ولذا ذهب الامام مالکؒ الی کراهة الاکتحال للرجال مطلقاً الّا للتداوی (جمع ص ۱۲۹) (اس لئے تو امام مالکؒ کے نزدیک مردوں کے لئے بغیر تداوی کے سرمہ لگانا مطلق (باقی صورتوں میں) مکروہ ہے)

Marfat.com

(۵۱/۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا بِشْرُبْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خَيْثَمٍ عَنْ سَعِيْدِبْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَيْرَ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ يَجْلُوا لْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بشر بن مفضل نے خبردی۔ انہوں نے عبداللہ بن عثمان بن خیثم سے یہ روایت نقل کی انہوں نے سعید بن جبیر سے نقل کیا اورانہوں نے یہ روایت صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیئے سب سرموں میں اثمد بہترین سرمہ ہے آنکھ کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

راویان حدیث (۱۷۹) بشر بن المفصلؒ (۱۸۰) عبداللہ بن عثمانؒ اور (۱۸۱) سعید بن جبیرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

ان خیر اکحالکم الإثمدُ الخ قال القسطلانی خیریّته باعتبار حفظه صحة العین لافی مرضها اذا الإکتحال به لا یوافق الرمد فقد یکون غیر الاثمدخیرالها بل ربما ضرها الإثمد وقوله یجلوا لبصر الخ الجملة واقعة فی جواب سؤال مقدر فکأن سائلاً قال ماالسبب فی کونه خیر الأکحال فقیل له یجلوا لبصر وینبت الشعر (مواهب ص ۶۴)

یعنی قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اثمد سرمہ کا بہترین ہونا آنکھ کی حفاظت کی وجہ سے ہے، آنکھ کی بیماری میں کارآمد نہیں اس لئے کہ آشوبِ چشم کی صورت میں سرمہ موافق نہیں ہوتا، بسا اوقات اس میں اثمد کے علاوہ چیز بہتر ہوتی ہے بلکہ کبھی تو اثمد آشوبِ چشم کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ یجلوا لبصر کا جملہ سوال مقدر کا جواب ہے کہ گویا کسی سائل نے پوچھا کہ اس میں بہتری کس وجہ سے ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ بصارت کو روشن کرتا ہے اور پلکوں کو اگاتا ہے۔

(۵۲/۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ

Marfat.com

الْمَلِکِ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

ترجمہ! ہمیں ابراھیم بن مستمر بصری نے بیان کیا۔ اُن کو ابو عاصم نے عثمان بن عبدالمالک کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سالم سے اور انہوں نے اپنے استاذ عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا کہ اثمد ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

راویان حدیث (۱۸۲) ابراھیم بن المستمر" (۱۸۳) عثمان بن عبدالمالک" (۱۸۴) سالم" اور (۱۸۵) حضرت ابن عمرؓ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایرادِ حدیث کا مقصد:

علیکم بالاثمد ... اس حدیث کا مضمون سابقاً گذر چکا ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اعلم ان فائدة ایراد هذا الحدیث مکررا باسانید مختلفة تقویةاصل الخبر وتأکید مضمونه فان عبادبن منصور ضعیف اتفاقاً وکان یدلّس ورمی بالقدر (جمع ص ۱۳۰) یعنی اس حدیث کو مختلف اسانید کے ساتھ مکرر لانے کا فائدہ اصل روایت کی تقویت اور مضمون کی تاکید ہے اس لئے کہ راوی عباد بن منصور بالاتفاق ضعیف ہے وہ تدلیس کرتا اور اس پر قدریّت کا الزام بھی تھا۔

==================================

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ لِبَاسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارے میں

اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں' سفید لباس' کُرتہ کی پسندیدگی' کُرتے کی ہیئت' چادر مبارک اوڑھنے' نیا کپڑا پہننے کے وقت دعا اور مختلف الوان کے لباس پہننے کے سلسلہ میں سولہ (۱۶) احادیث لائی گئی ہیں ۔باب ماجاء ای بیان ما ورد فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِن الأخبار (مواھب ص ۶۵) (باب ان احادیث کے بیان میں جو آپ ﷺ کے لباس کے متعلق وارد ہوئی ہیں)

گذشتہ باب سے ربط :

گذشتہ ابواب میں ترجّل' خضاب اور کحل کا بیان تھا ان کے بعد اب اس باب میں لباس کے سلسلہ میں وارد احادیث لائی جارہی ہیں لمناسبة لها فی أنه نوع مِن الزینة . (مواھب ص ۶۵) (ان ابواب کے ساتھ وجہ مناسبت یہ ہے کہ' یہ بھی زینت کی ایک قسم ہے) وجاء ھذا الباب عقب الخضاب والترجل لأنه مما یتزیّن به الانسان . (اتحافات ص ۹۳) خلاصہ یہ کہ خضاب، کنگھی کرنا اور لباس ان میں جامع مناسبت تزیّن ہے۔

لباس کی فضیلت:

اللباس بروزن کتاب ما یلبس فوق الجسم (جو جسم پر پہنا جاتا ہے) کو کہتے ہیں اسی طرح ملبس بروزنِ مذھب 'لبس بروزنِ حمل ' اور لبوس بروزن صبور کا بھی یہی معنیٰ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لباس کی تخلیق میں دو مصلحتوں اور فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔ یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یّواری سوْاٰتِکم و رِیشاً (۷:۲۶) اے اولاد آدم! ہم نے

Marfat.com

تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جو کہ تمہاری ستر پوشی اور زینت کا ذریعہ ہے ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ارشاد ہے اللباس زینۃ والعری شین (لباس زینت کا باعث ہے اور ننگا ہونا عیب ہے) (حجۃ اللہ البالغۃ) لباس انسان کی فطرت ہے جب حضرت ادم وحواء علیہما السلام نے شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا تو ان کا جنتی لباس اتر گیا اور دونوں کو شرمندگی کا احساس ہوا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الجَنَّةِ (۷:۲۲) تو انہوں نے جنت کے درختوں کے پتوں کے ساتھ اپنی ستر پوشی کی ۔ خلاصہ یہ کہ ستر پوشی عین فطرت ہے اور عریانی خلاف فطرت ہے ۔

لباس کے پانچ اقسام واحکام:

شیخ عبدالجواد الدومیؒ نے لباس کے پانچ قسمیں بیان کی ہیں ۔ واجب' حرام' مستحب' مکروہ اور مباح ۔ واللباس تعتریہ الاحکام . الخمسة :فیکون واجباً کاللباس الذی یستر العورۃ ومندوباً کالثوب الحسن للعیدین' والثوب الأبیض للجمعۃ ومحرماً کالحریر للرجال ومکروھا کلبس القدیم البالی للرجل الغنی ومباحاً وھو ماعدا ذلک (اتحافات ص ۹۳) یعنی واجب لباس وہ ہے جو سترِ عورت کو چھپائے اور مندوب جیسا کہ عیدین کے موقع پر اچھا لباس پہننا یا نمازِ جمعہ کے لئے سفید لباس پہننا ۔ اور حرام لباس جیسا کہ مردوں کے لئے ریشم کا لباس ۔ اور مکروہ جیسا کہ مالدار آدمی پرانا اور بوسیدہ لباس پہنے ۔ اور مباح وہ لباس جو ان کے علاوہ استعمال کیا جاتا ہے

لباس میں اعتدال:

عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اختیارِ ثیاب اور تانّق میں اعتدال پسند تھے اور قرآن کے ارشاد کے مطابق لباس تقویٰ کی ترغیب دیتے تھے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ" (۷:۲۶) اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے) حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے ایاکم ولبستین : لبسۃ مشھورۃ' ولبسۃ محقورۃ ۔ دو قسم کے لباس سے بچتے رہو ایک شہرت کے لباس سے دوسرے حقارت کے لباس سے ۔

Marfat.com

وقال بعضهم أما الطعام فكل لنفسك ما اشتهيت واجعل لباسك ما اشتهاه الناس یعنی کھانے میں اپنی پسند اور چاہت کا خیال رکھو اور لباس میں لوگوں کی پسند منتخب کرو۔ (جبکہ حرام لباس اور غیر اقوام کی مشابہت اس میں نہ ہو) اس لئے حضور اقدس ﷺ بھی اپنی قوم جیسا لباس پہنتے تھے اور لباس میں کسی پر بھی تفاخر اور امتیاز انہیں محبوب نہ تھا۔ فكان يلبس الكساء الخشن ويقسم اقبية الخز فی صحبه آپ خود کھدر کا کھردرا چغہ پہنتے تھے جبکہ صحابہ کرامؓ کو ریشمی کپڑے (جواز کی حدود کو ملحوظ رکھ کر) کی شیروانیاں تقسیم فرماتے تھے (اتحافات ص ۹۳)

(۵۳/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ حُمَيْدِ الرَّازِيُّ اَنْبَأَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى وَاَبُوْ تُمَيْلَةَ وَزَيْدُبْنُ حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصَ .

ترجمہ! محمد بن حمید رازی نے ہمیں بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی فضل بن موسیٰ اور ابوتمیلہ اور زید بن حباب نے۔ انہوں نے یہ روایت عبدالمؤمن بن خالد سے اور انہوں نے عبداللہ بن بریدۃؓ سے نقل کی اور وہ روایت ام المؤمنین اُمِ سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں۔ اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کُرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

راویانِ حدیث (۱۸۶) الفضل بن موسیٰؒ (۱۸۷) ابوتمیلہؒ (۱۸۸) زید بن حبابؒ اور (۱۸۹) عبدالمؤمن بن خالد کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

قالت كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم القميص... حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو لباس کے کپڑوں میں قمیص بہت پسند تھی۔
باب کی پہلی تین روایات کا متن ایک ہی ہے سوائے تیسری حدیث کے کہ اس میں یلبسه

Marfat.com

کا لفظ آیا ہے مگر چونکہ اسناد قدرے مختلف تھے اس لئے ایک ہی متن کو علیحدہ علیحدہ سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے

لفظِ قمیص کی لغوی، عرفی، نحوی تحقیق :

القمیص اس کی جمع قُمُصٌ ، قُمْصٌ ، اَقمُص اور قُمصان آتی ہے۔ والقمیص اسم لما یلبس مِن المخیط الذی له کمان و جیب یلبس تحت الثیاب ولایکون مِن صوف کذا فی القاموس (مواھب ص ٦٦) (قمیص ایسے سلے ہوئے لباس کو جس کی آستین اور جیب ہوں اور اون سے بنا ہوا نہ ہو) قمیص کو قمیص کیوں کہتے ہیں ۔ شارحینِ حدیث نے اس کی بھی توجیہات بیان کی ہیں ۔(۱) یہ تقمّص سے ماخوذ ہے بمعنی تقلّب کے لتقلب الانسان فیه (اس میں انسان گھومتا پھرتا ہے)

(۲) بعض حضرات نے کہا یہ غلاف القلب کی جلد کے نام سے ماخوذ ہے فان اسمها القمیص (مواھب ص ٦٦) یعنی غلاف القلب کی جلد کو بھی قمیص کہتے ہیں ۔القمیص بالنصب والرفع دونوں طرح منقول ہوا ہے ترکیب کے لحاظ سے مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا درست ہے الغرض القمیص یا تو کان کی خبر ہے یا کان کا اسم ہے۔

اس موقع پر یہ تنبیہ بھی ضروری ہے کہ لفظِ قمیص ہمارے معاشرے میں ایک خاص مروّج وضع کے لباس پر بولا جاتا ہے تاہم یہ اصطلاح مستحدث ہے۔ مگر یاد رہے ہمارے ماحول میں جس چیز پر ”کُرتے“ کا اطلاق کرتے ہیں اہل عرب اسے قمیص کہتے ہیں جو شرفاء اور معززین کا لباس ہے۔ علماء اور شرفاء کو صلحاء کا لباس پہننا چاہئے اور مروجہ قمیص سے احتراز کرنا چاہئے۔

قمیص مبارک:

قمیص کی مقدار کتنی ہو؟ روایات میں تصریح ہے کہ اس کی لمبائی نصفِ ساق تک ہوا کرتی تھی نصفِ ساق سے نیچے بھی جائز ہے تاہم اگر کعبین کے نیچے ہو تو بالکل ناجائز ہے سنت بہر حال یہ ہے کہ زانو کے نیچے اور نصف ساق کے قریب ہو۔

Marfat.com

حضور اقدس ﷺ کو قمیص اس لئے بھی زیادہ پسند تھی کہ وو جـه احبيّة القـميص الي[ه]
صلى الله عليه وسلم انه أستر للاعضاء مِن الإزار والرداء ولانه اقل مؤنة واخف
على البدن ولابسه اكثر تواضعاً (جمع ص ۱۳۲) (آپؐ کو قمیص پسند تھی اس لئے
کہ تہبند اور چادر کی بہ نسبت یہ اعضاء کو اچھی طرح چھپاتی ہے، نیز اس کا خرچ بھی کم ہوتا
ہے، بدن پر ہلکی رہتی ہے اور اس کا پہننے والا زیادہ متواضع ہوتا ہے)۔

ایک تعارض سے جواب:

بعض روایات میں آیا ہے کہ آپؐ کو حُلّہ یعنی یمنی چادریں پسند تھیں جو بظاہر اس روایت کے منافی ہیں اور بظاہر تعارض ہے حضراتِ محدثین فرماتے ہیں کہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

(۱) کہ مخیط یعنی سلے ہوئے کپڑوں میں آپؐ کو قمیص پسند تھی اور غیر مخیط یعنی اَن سلے کپڑوں میں حلّہ یعنی چادریں پسند تھیں۔

(۲) اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ أحب الثیاب میں اسم تفضیل کی اضافت استغراق کے لئے نہیں ہے کہ تمام کپڑوں سے زیادہ پسند تھی بلکہ مطلق کپڑے مراد ہیں تو معنیٰ یہ ہوگا کہ مطلقِ کپڑوں میں سے قمیص پسند تھی۔

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں فهو (القميص) أحبها اليه لبساً والحبرة أحبها اليه رداء فلا تعارض بين حديثيهما او ذاک أحب المخيط وذا أحب غيره (مناوی ص ۱۳۱) یعنی لباس کے طور پر پہننے کے لئے تو قمیص زیادہ پسند تھی جبکہ چادر کے لئے یمنی چادر زیادہ پسند تھی لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں یا یہ کہ سلے ہوئے لباس میں قمیص زیادہ پسند تھی اور اَن سلے میں یمنی چادر زیادہ پسند تھی۔

مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں ایک توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ فالقميص أحب باعتبار الصنع والحبرة باعتبار اللون والجنس (مشكوة شريف ص ۳۷۳) (کہ قمیص آپ ﷺ کو باعتبار صنعت (بناوٹ) کے اور یمنی دھاری دار چادر باعتبار رنگ اور جنس کے)

Marfat.com

قمیص کیوں پسند تھی:

یہاں یہ بات بھی واضح کردی جائے کہ آپ کو قمیص کس مادے سے بنی ہوئی پسند تھی۔ شیخ ابراھیم البیجوری فرماتے ہیں۔ والظاھران المراد فی الحدیث القطن والکتان دون الصوف لأنه یؤذی البدن ویدر العرق ویتأذیٰ بریح عرقه المصاحب .(مواھب ص ۲۶) یعنی حدیث میں جس قمیص کا ذکر ہے اس سے بظاہر کاٹن اور کتان کی قمیص مراد ہے نہ کہ اون کی۔ اس لئے کہ اون سے بدن کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کو لاتا اور جذب کرلیتا ہے جس کی بُو دوسرے ساتھیوں کے لئے باعثِ تکلیف ہوتی ہے۔ ویسے آپ نے صوف سے بنے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے ہیں والصواب ان افضل الطریق طریق رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم التی سنها وامر بها ورغب فیها وداوم علیها وھی ان ھدیه فی اللباس ان یلبس ما تیسر من اللباس من الصوف تارة والقطن تارة والکتان تارة الخ (زاد المعادج ۱ ص ۵۲) (صحیح بات یہ ہے کہ بہتر طریقہ، رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جس کو آپ نے اختیار فرمایا، اس کا حکم دیا، اس میں رغبت دکھائی اس پر ہمیشگی فرمائی وہ یہ ہے کہ لباس میں آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جو لباس میسر آتا اس کو پہن لیتے، کبھی اون کا، کبھی کاٹن کا اور کبھی کتان کا) قمیص یعنی کرتہ کے ساتھ تقریباً تمام بدن ڈھانپ لیا جاتا ہے بدن پر کرتہ ہلکا بھی محسوس ہوتا ہے اس کے استعمال میں تکبر اور فخر بھی نہیں پایا جاتا ہے اس سے بدن اچھا خوبصورت اور ستھرا نظر آتا ہے۔

لباس میں کفایت شعاری:

حضور اقدس ﷺ نے لباس کے استعمال کے متعلق بھی انتہائی زہد و درویشانہ زندگی کو محبوب رکھا۔ چنانچہ شیخ ابراھیم البیجوری فرماتے ہیں لم یکن له سویٰ قمیص واحد (مواھب ص ۲۶) یعنی آپ کے پاس ایک کے سوا دوسری قمیص نہیں تھی۔ ففی الوفاء عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت مارفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قط غداء لعشاء ولا عشاء لغداء ولا اتخذ مِن شئی زوجین لا قمیصین ولا ردائین ولا إزارین ولا زوجین من

Marfat.com

النعال (مواھب ص ۶۶) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے اور شام کے کھانے میں سے صبح کے لئے کچھ بھی بچا نہیں رکھتے تھے (یعنی ایک سے دوسرے وقت کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑتے تھے سب تقسیم فرما دیتے تھے) اور بیک وقت آپؐ کے پاس کسی چیز کے دو جوڑے نہیں ہوتے تھے نہ دو قمیصیں، نہ دو چادریں، نہ دو لنگیاں اور نہ ہی جوتوں کے دو جوڑے۔

(۵۴/۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصَ .

ترجمہ! ہمیں علی بن حجر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں فضل بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبدالمؤمن بن خالد سے اور انہوں نے عبداللہ بن بریدۃ سے نقل کی۔ انہوں نے یہ روایت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمۃؓ سے اخذ کی، وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سب کپڑوں میں کُرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

دونوں روایات میں سند کا فرق:

اسی روایت کا متن پہلی روایت کے الفاظ کے ساتھ منقول ہے لیکن سند حدیث میں قدرے فرق ہے اور وہ اس طرح کہ (۱) پہلی روایت میں امام ترمذی کے شیخ محمد بن حمید الرازی ہیں اور اس دوسری روایت میں علی بن حجر ہیں (۲) پہلی روایت میں محمد بن حمید نے اپنے تینوں شیوخ (فضل بن موسیٰ، ابوتمیلہ، زید بن حباب) کے واسطہ سے عبدالمومن بن خالد سے روایت کی ہے اور دوسری روایت میں علی بن حجر نے صرف فضل بن موسیٰ کے واسطہ سے عبدالمومن سے نقل کی ہے واللہ اعلم۔

مضمون حدیث بعینہٖ پہلی روایت والا ہے۔ المتن واحد والاسناد متعدد فذکرہ للحکم مؤکد (جمع ص ۱۳۲) (ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ متن حدیث ایک ہے اور اسناد

Marfat.com

متعدد ہیں اور ان کا تذکرہ حکم کو مؤکد کر دیتا ہے)

(۵۵/۳) حَدَّثَنَا زِيَادُبْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْصَ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰكَذَا قَالَ زِيَادُبْنُ اَيُّوْبَ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِىْ تُمَيْلَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ زِيَادِبْنِ اَيُّوْبَ وَاَبُوْ تُمَيْلَةَ يَزِيْدُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ اُمِّهٖ وَهُوَ اَصَحُّ ..

ترجمہ! ہمیں زیاد بن ایوب بغدادی نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوتمیلۃ نے بیان کیا۔ انہوں نے عبدالمؤمن بن خالد سے انہوں نے عبداللہ بن بریدۃ سے ان کی والدہ کے حوالے سے اور انہوں نے امّ المؤمنین امّ سلمۃؓ سے روایت بیان کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے کُرتہ زیادہ پسند تھا۔

راویانِ حدیث (۱۹۰) زیاد بن ایوب البغدادیؒ (۱۹۱) امّہؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سند کی بحث اور سابقہ روایات سے فرق:

یلبسه القمیص ... یہ جملہ حالیہ ہے اور القمیص کان کی خبر ہے۔ اس روایت کی سند میں پانچ فرق ہیں۔

(۱) امام ترمذیؒ کے استاذ بدل گئے۔ علی بن حجرؒ اور محمد بن حُمید ازی کے بدلے زیادؒ کو لایا گیا۔

(۲) صرف ابوتمیلہ دوسرے مرتبہ پر ہیں جبکہ پہلی روایت میں بھی آپؒ دوسرے مرتبہ میں تھے لیکن اس کے ساتھ اس مرتبہ میں فضل بن موسیٰ اور زید بن حباب بھی شریک تھے اور یہ کہ آپؒ کا دوسری روایت میں تو تذکرہ بھی نہیں۔

(۳) عبداللہ بن بریدۃ اور حضرت ام سلمہ کے درمیان امہ کا واسطہ ذکر ہوا جبکہ اس

Marfat.com

سے پہلے کی دونوں روایتوں میں نہیں ہے۔

(۴) اور یہ بھی اشارہ کر دیا کہ زیاد بن ایوب کی یہ روایت جو بواسطہ ابوتمیلہ حضرت ام سلمہؓ سے ہے اس میں ,,عن امہ،، کی زیادتی ابوتمیلہ نے کی ہے اور یہی اصح بھی ہے بنسبت ابوتمیلہ کی اس روایت کے جو کہ اس کے شاگرد محمد بن حمید الرازی نے نقل کی ہے۔

(۵) اور یہ بھی کہ ابوتمیلہ سے اس زیادتی کے ساتھ روایت بہت سے رواۃ نے نقل کی ہے جیسے کہ حدیث ۳/۵۵ کے آخر میں قال ابوعیسیٰ الخ سے یہ بات واضح ہے۔ امہ کا نام معلوم نہیں لہذا اجہالت لازم آتی ہے مگر روایت اس سے متاثر نہ ہوگی اسلئے کہ ان کی والدہ بھی صحابیہ ہیں والصحابة كلهم عدول (اور صحابہؓ (وصحابیات) سب عادل ہیں) باب هذا کی دوسری اور تیسری حدیث پہلی کے لئے تاکید ہے تیسری حدیث میں لفظ" يلبسه "کا اضافہ ہے وقال البخاری : الحديث الثالث أصح الثلاثة' وذلک لزيادة عن أمه فی السند (اتحافات ص ۹۵) (امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تیسری حدیث باب کی تینوں روایات سابقہ میں سے زیادہ فصیح ہے اور یہ اس لئے کہ اس روایت کی سند میں عن امہ کا اضافہ اور زیادتی ہے)

(۵۶/۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا مُعَاذُبْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ بُدَيْلٍ يعنی ابْنَ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ .

ترجمہ! ہمیں عبداللہ بن محمد بن حجاج نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معاذ بن ہشام نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے بدیل عقیلی کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت شہر بن حوشب سے اور انہوں نے اسماء بنت یزیدؓ سے نقل کی۔ یہ صحابیہ رسولؐ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے کُرتہ کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔

راویان حدیث (۱۹۲) عبداللہ بن محمد بن الحجاج (۱۹۳) معاذ بن ہشامؒ (۲۹۴) ابی (۱۹۵) بدیلؒ (۱۹۶) شہر بن حوشبؒ اور (۱۹۷) حضرت اسماء بنت یزیدؓ کے

Marfat.com

حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

آستین مبارک :

قالت کان کُمُّ قمیصِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الرسغ... حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی آستین کلائی کے پہنچے تک تھی اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا بیان ہے کُم آستین کو کہتے ہیں۔ الرسغ بعض روایات میں ص کے ساتھ بھی آیا ہے الرصغ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے ان کمہ الی رصغہ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۴)
(کہ آپ ﷺ کے قمیص کی آستین پہنچے تک تھی) وہ جوڑ جو کلائی اور بازو یا ہتھیلی اور کلائی کے درمیان واقع ہو جسے عام اصطلاح میں پہنچا کہتے ہیں۔ ھو مفصل الساعد والکفّ (اتحافات ص ۹۵) (رغ بازو اور کلائی کے جوڑ کو کہتے ہیں اور اسی کا نام الکوع بھی ہے) ویسمّی الکوع (جمع ص ۱۳۴)

بیانِ حکمت:

علامہ بیجوریؒ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر آستین رسغِ یَد سے بڑھ جائے تو پکڑنے اور ہاتھ کی سرعتِ حرکت سے مانع ہوتی ہے اور اگر رسغ سے چھوٹی ہو تو پھر ہاتھ کا ظہور ہوگا اور اسے سردی گرمی وغیرہ سے تکلیف ہوگی۔ فکان جعلہ الی الرسغ وسطاً وخیر الامور اوساطھا (مواھب ص ۶۷) (تو آپ ﷺ کی قمیص کے آستین پہنچوں تک رکھنا درمیانی طریقہ تھا اور یہ سب امور میں بہتر ہوتا ہے)

ایک تعارض کا حل:

بعض روایات میں آستین الی أسفل الرسغ (پہنچوں سے نیچے تک) آیا ہے اور بعض میں یساوی أصابعہ (کہ انگلیوں کے برابری تک) کی تصریح ہے شارحینِ حدیث نے جمع و تطبیق کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

Marfat.com

(۱) ان روایات کو مختلف اوقات اور مختلف حالات پر حمل کیا جائے کہ کبھی یوں پہنی تھیں کبھی یوں وما ورد مِن أن الكم كان يصل الى الأصابع فلعله في بعض الاحيان في الحضر (اتحافات ص ۹۵) (یہ بات کہ آنحضرت ﷺ کی آستین انگلیوں تک ہوتے تو شاید یہ بعض اوقات کے اعتبار سے تھا یا حالتِ اقامت میں اس طرح ہوتے)

(۲) جب آستین سیدھی ہوتی تھی تو پہنچے سے نیچے تک پہنچتی تھی اور جب بار بار دھونے اور استعمال سے سکڑ جاتی تھی تو پہنچے تک پہنچتی تھی۔

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں کہ آستین کی تمام روایات اندازہ وتخمینہ پر حمل ہیں اس صورت میں تو کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔

(۴) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے "بذل المجهود" میں تحریر فرمایا ہے کہ پہنچے روایات افضلیّت پر محمول ہیں اور اس سے زیادہ کی روایات سے بیانِ جواز ثابت ہے۔

(۵) علامہ جزریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ کُرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ وہ پہنچے تک اور کُرتہ کے علاوہ چوغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔

قال الجزرى فيه دليل على ان السنة ان لا يتجاوز كمّ القميص الرسغ وأما غير القميص فقالوا السنة فيه أن لا يتجاوز رؤس الاصابع من جبة وغيرها (جمع ص ۱۳۵) أخرج سعيد بن منصور و البيهقى عن على رضى الله عنه أنه كان يلبس القميص حتى اذا بلغ الاصابع قطع مافضل ويقول لا فضل للكمين على الاصابع (مواهب ص ۶۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کُرتہ پہنتے تھے جب آستین انگلیوں سے بڑھے ہوئے ہوتے تو اس کو کاٹ دیتے اور فرماتے کہ آستینوں کو انگلیوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں)

(۶) شیخ ابراھیم البیجوریؒ تعارض اور اس کا حل تحریر فرماتے ہیں۔ وورد ایضاً أنه صلى الله عليه وسلم كان يلبس قميصاً و كان فوق الكعبين و كان كماه مع الأصابع وجمع بعضهم بين هذا وبين حديث الباب بأن هذا كان يلبسه في الحضر وذاك في السفر (مواهب ص ۶۸) یعنی حضور اقدس ﷺ کُرتہ پہنتے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا اور آستین

Marfat.com

انگلیوں کے برابر رہتے ۔ بعض نے اس حدیث اور حدیث باب کو یوں جمع کیا ہے کہ آپؐ لمبی آستینوں والا کرتہ حالتِ اقامت میں پہنتے اور پہنچوں تک لمبا کرتہ حالت سفر میں پہنتے تھے۔

خلاصہ شیخ عبدالجواد الدومیؒ کے الفاظ میں یوں ہے کہ القصر هو الغالب ولعل الطول كان لعارض أو لبرد أو لسبب غير ذلك (اتحافات ص ۹۵) آستینوں میں قصر غالب تھا اور پہنچوں سے لمبا ہونا کسی عارض یا سردی یا کسی اور وجہ سے ہوتا تھا) علماء نے تصریح کی ہے کہ آستین کا انگلیوں سے آگے لٹکانا حرام ہے انگلیوں کی حد تک رہنا اس سے نیچے اور رسغ (پہنچے) تک یہ تینوں جائز ہیں اسلئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص کی آستین رسغ سے آگے تک ہوں تو نماز میں رسغ تک ان کو کھول دے۔

(۵/۵۷) حَدَّثَنَا اَبُوْعَمَّارِ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ اَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُشَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ مُزَيْنَةَ لِنُبَايِعَهُ وَاِنَّ قَمِيْصَهُ لَمُطْلَقٌ اَوْ قَالَ زِرُّ قَمِيْصِهٖ مُطْلَقٌ قَالَ فَأَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ.

ترجمہ! ہمیں ابو عمار حسین بن حریث نے بیان کیا ان کو ابونعیم نے خبر دی، انہیں خبر دی زہیر نے عروہ بن عبداللہ بن قشیر کے حوالے سے۔ انہوں نے یہ روایت معاویہ بن قرۃ سے ان کے باپ کے حوالے سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضور اقدس ﷺ کے کُرتہ کا گریبان یا اس کا بٹن کھلا ہوا تھا میں نے آپؐ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہرِ نبوت کو چھویا۔

راویان حدیث (۱۹۸) عروہ بن عبداللہ بن قشیرؒ (۱۹۹) معاویہ بن قرہؒ اور (۲۰۰) ابیہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

لفظِ ''رھط'' کا معنیٰ وتشریح:

قال اتیت . صحابی رسولؐ بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ مزینۃ کے ایک گروہ (رھط) کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رھط' قوم' قبیلہ اور تین اشخاص سے لے کر سات یا دس یا تیس یا چالیس اشخاص تک کی جماعت کو کہتے ہیں جس میں عورتیں شامل نہیں ہوتیں۔ الرھط قوم الرجل وقبیلتہ (اتحافات ص۹۶) یعنی ''رھط'' کسی آدمی کی قوم اور قبیلہ کو کہتے ہیں۔ الرھط اسم جمع ہے لا واحد لہ (مواھب ص۶۸) اور ھو جماعۃ مِن العشرۃ الی الاربعین او مِن ثلاثۃ الی العشرۃ (جمع ص۱۳۵) یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے انہ جاء جماعۃ مِن مزینۃ وھم اربع مائۃ راکب واسلموا لانہ یحتمل ان یکون مجیئھم رھطاً رھطاً اولانہ مبنی علی انہ یطلق علی مطلق القوم (جمع ص۱۳۵) (آنحضرتؐ کے پاس قبیلہ مُزینہ کی ایک جماعت، جو چار سو سواروں پر مشتمل تھی آئی اور اسلام لے آئی اس لئے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ گروہ گروہ ہو کر آئے ہوں یا یہ اس پر مبنی ہے کہ یہ لفظ مطلق قوم پر بولا جاتا ہے) لفظِ ''فی'' بمعنیٰ مع کے ہے ای مع رھط جیسے کہ قرآن میں ہے ادخلوا فی امم ای مع امم (مواھب ص۶۸)۔ (کہ داخل ہو جاؤ جماعتوں کے ساتھ کہ یہاں آیت میں فی امم بمعنیٰ مع امم کے ہے)

بیعت کی تین قسمیں:

لِنبُایعہ : جار مجرور متعلق اَتیت کے ہے۔ یہ اسلام لانے کی بیعت تھی جیسا کہ علامہ بیجوریؒ نے لکھا ہے علی الاسلام (مواھب ص۶۸) (کہ ہم اسلام لانے کی بیعت کریں) مزینۃ' مصغّر ہے مضر قبیلہ سے ہے واصلہ اسم امرأۃ (مناوی ص۱۳۵) (اصل میں ایک عورت کا نام تھا)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تین قسمیں ثابت ہیں (۱) بیعت علی ارکان الاسلام (اسلام کے بنیادی ارکان پر بیعت) (۲) بیعت علی الجھاد (جہاد پر بیعت) (۳) بیعت علی الاعمال المخصوصۃ خاص خاص اعمال پر بیعت' موجودہ دور

Marfat.com

میں حضراتِ صوفیاء کرام جو بیعت لیتے ہیں وہ اسی تیسری قسم کے تحت میں آتی ہے جو اصلاحِ باطن کے لئے لی جاتی ہے مقصود اصلاحِ اعمال ہے جو فقہ ہی سے ہے۔

اعمال کی بھی دو قسمیں ہیں اعمالِ ظاہرہ' اعمالِ باطنہ' جس طرح اعمالِ ظاہرہ کی اصلاح منصوص ہے ایسے ہی اعمالِ باطنہ کی اصلاح بھی مامور بھا (ضروری) ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں تکبر' حسد وغیرہ مذموم و ممنوع اور تواضع و عبدیت کی تلقین کی گئی ہے تو یہ بھی گویا فقہ کا ایک شعبہ ہوا۔

ابن جوزیؒ وغیرہ نے جو تصوّف اور بیعت کا انکار کیا ہے تو وہ اس کے علاوہ مروّجہ مبتدعہ طریقِ بیعت و تصوف ہے جو جاھل صوفیاء نے گھڑ رکھا ہے ورنہ اصلِ تصوف اور حقیقتِ بیعت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔

گریبان مبارک:

وانَّ قمیصه لمطلق ... اس وقت آپؐ کے کُرتہ مبارک کا گریبان کھلا ہوا تھا ای غیر مقید بزر قال میرک ای غیر مشلود الازرار وقال العسقلانی غیر مزرور (جمع ص ۱۳۵) مطلب ایک ہے کہ گریبان کھلا ہوا تھا۔ یایوں کہا اوقال زرُّ قمیصه مطلق الخ کہ آپؐ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا ای غیر مربوط (جمع ص ۱۳۵) (بندھا ہوا نہیں تھا) أو قال زرُّ قمیصه لمطلق (آنحضرتؐ کا گریبان کھلا تھا یا کُرتے کا بٹن کھلا تھا)۔ قال العسقلانی الشک مِن شیخ الترمذی ای وهو ابو عمّار لامِن معاویة وقال بعض الشراح الشک مِن معاویة لامن دونه کما وهم (مواهب ص ۶۸) عسقلانی" فرماتے ہیں کہ یہ شک امام ترمذی کے شیخ ابوعمار" کو ہوا ہے نہ کہ معاویہ" کو۔ بعض شارحین کے مطابق معاویہؒ کو شک ہوا ہے نہ کہ ان کے علاوہ نیچے کے راوی کو)

کمالِ محبت کے تقاضے:

عشق و محبت اور کمالِ اطاعت کے تقاضے کچھ اور ہی ہوتے ہیں پھر حضراتِ صحابہ کرامؓ تو اس کا کامل نمونہ تھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حالت میں دیکھتے اسی کو سنت سمجھ

Marfat.com

کرا اپنا لیتے' بلکہ اس میں ڈوب جاتے تھے چاہے وہ لباس ہی کی کسی ہیئت کا منظر کیوں نہ ہو ملاّ علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں ۔ قال عروة فمارأيت معاوية ولا اباه الا مطلقى الازرار فى شتاء ولا خريف ولا يزران ازرارهما (جمع ص ۱۳۶)

عروۃ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ اور ان کے باپ کو کبھی نہیں دیکھا مگر دیکھا تو ایسی حالت میں کہ ان کے گریبان کی گھنڈی (بٹن) لگی ہوئی نہیں ہوتی تھی اگرچہ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں (بٹن) کھلی رہتی تھیں ۔ اطاعت ووفاداری' محبت وخلوص اور فنائیت وہ مقدس اور پاک جذبہ تھا جس کی وجہ سے آپؐ کی ایک ایک سنت اور ایک ایک عمل اور ادا محفوظ ومحظوظ ہے۔

شناورانِ محبت تو سینکڑوں ہیں مگر
جو ڈوب جائے وہ پکا ہے آشنائی کا

لفظِ ''جیب'' کی تشریح:

فأدخلت يدى فى جيب قميصه... پس میں نے اپنا ہاتھ آپؐ کے گریبان میں ڈالا ۔ جیب کا معنیٰ ما يقطع مِن الثوب يخرج منه الرأس اوالید اوغیر ذلک ہے جیب کا اصل معنیٰ قطع اور خرق ہے. ويطلق الجيب على مايجعل فى صدر الثوب ليوضع فيه الشئى (جمع ص ۱۳۶) (جیب کا اطلاق اس حصہ پر بھی ہوتا ہے جو کُرتہ میں سینہ کے اوپر بنایا جاتا ہے تاکہ اس میں کوئی چیز رکھی جائے)۔ قال القسطلانى لكن المراد مِن الجيب فى هذا الحديث طرف الثوب المخيط بالعنق . اس حدیث میں جیب سے مراد وہ گریبان ہے جو گردن کو گھیرے ہوئے ہو۔ (مناوی ص ۱۳۶)

شقِ جیب 'صدر' پر تھا:

شارحین فرماتے ہیں کہ ظاہرِ روایت سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ آپؐ کا شقِ جیب صدر پر تھا کیونکہ اگر شق جیب صدر پر نہ ہوتا تو ہاتھ داخل کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ قال العسقلانى قوله أدخلت يدى الخ يقتضى ان جيب قميصه كان فى صدره (جمع ص ۱۳۶)

Marfat.com

علامہ سیوطیؒ نے شق الجیب پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس حدیث کو بھی لیا ہے تاہم اس حدیث میں تصریح نہیں ہے البتہ اشارۃً یہ ثابت ہوتا ہے۔ البحر الرائق میں کتاب الجنائز کے تحت قمیص اور درع میں فرق بیان کیا گیا ہے عورت کے کُرتے کو درع جبکہ مرد کے کُرتے کو قمیص کہتے ہیں کیونکہ اس کا گریبان سینے پر ہوتا ہے جبکہ عورتوں کا تستّر کی وجہ سے مونڈھوں پر' لہذا لغۃً بھی قمیص اور درع میں فرق ہے۔

البحر الرائق (ج۲ص۱۷۶) میں ہے قوله الدرع لانه يقال على قميص المرأة كما فسره به في القاموس وعلى ماتلبسه فوق القميص كما ذكره عن المغرب الخ (لفظ درع کے لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درع عورت کی قمیص کو کہا جاتا ہے جیسے کہ صاحب قاموس کہتے ہیں اور لغت کی کتاب ''مغرب'' میں ہے کہ درع ہر وہ لباس جو قمیص کے اوپر پہنا جاتا ہے)

مسنون گریبان:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ بٹن اور گھنڈی لگانا بھی مسنون ہے اور کھلا رکھنا بھی سنت ہے معاویہ اور قرۃ نے تو کھلا رکھا کہ انہوں نے یہی دیکھا تھا مگر سنت دونوں ہیں کہ دونوں آپؐ سے ثابت ہیں۔

گریبان میں ہاتھ کیوں؟

باقی رہی یہ بات کہ بے تکلفی کے بغیر انہوں نے آتے ہی گریبان میں ہاتھ کیوں ڈالا جبکہ آپؐ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے حضراتِ شیخینؓ بھی نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ شارحینؒ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نو وارد اور نومسلم تھے' آداب سے واقف نہ تھے اور نہ کسی نے ان کو آداب سے آگاہ کیا تھا۔

دوسرا یہ کہ ان کی غرض بھی تو مسِ خاتم تھی جیسا کہ تصریح ہے فمسست الخاتم (کہ میں نے مہر نبوت کو ہاتھ لگایا) ہوسکتا ہے ان کی بھی یہ شرط ہو کہ ہم ایمان تب لائیں گے جب الخاتم کو مس کریں گے اور تحقیق مذھب کے لئے انہوں نے یہ جرأت کی ہو آپؐ نے بھی

Marfat.com

بغرض دعوت و تحقیق ان کو نہیں روکا۔

صحابیؓ کی وارفتگی:

اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک صحابی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ عشق تھا اور کس قدر غایت درجہ محبت تھی کہ انہوں نے جب آپؐ کا گریبان کھلا دیکھا تو بے صبری اور وارفتگی کے عالم میں ہر قسم کے آداب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گریبان مبارک کے اندر ہاتھ داخل کر کے مہرِ نبوت چھونے کی سعادت حاصل کر لی اور اس کی برکت و نورانیت سے اپنے وجود کو بابرکت اور منوّر بنالیا اور آپؐ نے بھی ان کو مہر مبارک چھونے سے منع نہ فرمایا۔ علامہ البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ وانما قصد التبرک (مواهب ص ۶۸) یعنی ان کا ارادہ تبرک حاصل کرنا تھا۔

(۶/۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا حَمَّادُبْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ وَ قَالَ عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُبْنُ الْفَضْلِ سَأَلَنِيْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَيَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُبْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ كِتَابِيْ فَقَبَضَ عَلٰى ثَوْبِيْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِهٖ عَلَيَّ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَلْقَاكَ فَاَمْلَيْتُهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ كِتَابِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ.

ترجمہ! ہمیں عبد بن حمید نے خبر دی۔ ان کے پاس محمد بن فضل نے اور ان کے پاس حماد بن سلمۃ نے بیان کیا انہوں نے یہ روایت حبیب بن شہید سے اور انہوں نے حسن سے اخذ کی ۔ وہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ حضرت اسامۃ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے تشریف لائے اس وقت حضور اقدس ﷺ پر ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضور اقدس ﷺ لپٹے ہوئے تھے پس حضور اقدس ﷺ نے باہر

Marfat.com

تشریف لا کر صحابہؓ کو نماز پڑھائی۔ عبد بن حُمید کہتے ہیں کہ محمد بن فضل کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ یحیی بن معین جب میرے پاس آ کر بیٹھے تو انہوں نے سب سے پہلے مجھ سے اسی حدیث کے متعلق سوال کیا۔ پس میں نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھ سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا تو یحیی بن معین کہنے لگے۔

کہ کاش یہ حدیث آپ اپنی کتاب سے پڑھ کر سناتے۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے جانے لگا تو یحیی بن معین نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور پھر فرمایا مجھے زبانی ہی لکھوا دو شاید میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں چنانچہ میں نے یہ حدیث ان کو زبانی ہی سنادی پھر میں اپنی کتاب لے آیا اور کتاب سے پڑھ کر سنادی۔

راویان حدیث (۲۰۱) عبد بن حمیدؒ (۲۰۲) محمد بن الفضلؒ اور (۲۰۳) حبیب بن شہیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ... حضور اقدس ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے وھو متکئی علی اسامۃ بن زید اس حالت میں کہ آپؐ اسامۃ بن زید پر سہارا لیے ہوئے تھے متکئی کا لفظ الاتکاء سے ہے ومنہ قولہ تعالیٰ متکئین فیھا علی الارآئک (۱۳:۷۶) (تکیہ کیے ہوئے بیچ اس کے اوپر تختوں کے) اور ایک نسخہ میں متوکئی آیا ہے مِن التوکأ ومنہ قولہ تعالیٰ اتو کأ علیھا '(۱۸:۲۰) (تکیہ کرتا ہوں میں اوپر اس کے) دونوں کا معنیٰ ایک ہے یعنی اعتماد اور سہارا۔ بعض عرب یہ تکیہ تکبر اور نخوت کی وجہ سے لگاتے تھے مگر بارگاہ نبوت میں یہ چیز نہ تھی آپ کا تکیہ کسی غرض اور عذر پر تھا۔

کیونکہ یہ مرض الوفات کا واقعہ ہے جس کی تائید دوسرے طرق سے ہوتی ہے جیسا کہ دار قطنی میں ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج بین أسامۃ والفضل بن عباس الی الصلواۃ فی مرضہ الذی مات فیہ۔ (حضور ﷺ مرض الوفات میں اُسامہ اور فضل بن عباس کے سہارے نماز پڑھنے کے لئے باہر تشریف لائے)

Marfat.com

حضرت اسامۃ بن زیدؓ :

حضرت اسامہؓ، حضرت زیدؓ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت زیدؓ حضور اقدس ؐ کے متبنّٰی تھے حضرت اسامہؓ اور ان کے والد حضرت زیدؓ کو حِبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے صحابہ کرامؓ میں سے قرآن میں اگر کسی کا نام آیا ہے تو وہ صرف حضرت زیدؓ ہیں فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ منها وطرا (۳۳:۳۷) (پس جب پوری کر لی زید نے اس سے حاجت) دراصل سورۂ احزاب کا یہ سارا رکوع حضرت زیدؓ کے متبنّٰی ہونے کی خصوصیّت کے ازالہ کے لئے نازل ہوا۔

جس سے بظاہر ان کی دل شکنی ہوئی جس کے تدارک کے لئے قرآن میں ان کا ذکر ہوا۔ صرف لفظ ,,زید،، پڑھنے سے تیس نیکیاں موعود ہیں حضرت اسامہؓ کا تعارف شیخ عبدالجواد الدومیؒ کے الفاظ میں یوں ہے۔

واسامة : هو ابن زيد بن حارثة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان اسامة ابن حب رسول الله وابن مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي ام ايمن .أمّره رسول الله صلى الله عليه وسلم على جيش فيه عمرو كبار الصحابة وهو دون العشرين ' وسير ابوبكر هذا الجيش بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم لحرب الروم بالشام ' وكان مسيرا مظفرا . مات سنة اربع وخمسين عن خمس وسبعين سنة بالمدينة . (اتحافات ص۹۷) (حضرت اسامہؓ آپ ؐ کے متبنّٰی ومحبوب حضرت زید بن حارثہؓ اور ام ایمنؓ کے بیٹے اور حضور ﷺ کے محبوب تھے آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو ایک ایسے لشکر کا امیر مقرر کیا تھا۔

جس میں حضرت عمرؓ اور دوسرے اکابرین صحابہؓ موجود تھے۔ حالانکہ اس وقت ان کی عمر بیس (۲۰) سال سے بھی کم تھی اور اس لشکر کو ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کی وفات مبارک کے بعد رومیوں سے جہاد کے لئے بھیجا تھا اور یہ سفر ان کا بڑا کامیاب رہا مدینہ شریف میں پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں ۵۴ھ میں وفات پائی)۔

Marfat.com

ثوبِ قطری کا معنیٰ:

وعلیہ ثوب قطری یہ جملہ حالیہ ہے یا خبر ہے یہ قطر کی طرف منسوب ہے جو یمن میں ایک قریہ تھا ملا علی قاریؒ نے مختلف آراء نقل کی ہیں ."نوع مِن البرودِ ، ضرب مِن البرود وفیہ حمرة ولها اعلام وفیها بعض الخشونة ، حلل جیاد تحمل مِن قبل البحرین ' وقال العسقلانی ثیاب مِن غلیظ القطن ونحوه (جمع ص۱۳۷)

(۱) قطری یہ چادروں کی ایک قسم ہے۔

(۲) جس میں کچھ سرخی ہو اوران پر کچھ نقش ونگار اور تھوڑا سا کھردرا پن بھی ہو

(۳) بحرین سے لائے گئے اچھے قسم کے جوڑے۔

(۴) اور امام عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ موٹی کپاس یا اس جیسی چیز سے بنائے گئے کپڑے)۔

التوشح کا مفہوم:

توشح بہ ' والتوشح بالثوب إلقاء ه علی عاتقه کالو شاح ولعل المراد هنا ادخال الثوب تحت یده الیمنیٰ والقاء ه فوق منکبه الأیسر کما یفعل المحرم (لتحافات ص۹۸) (توشح بالثوب کا معنی کپڑے کو کندھے پر (لپٹتے ہوئے ڈالنا) جیسے کہ گلے بند اور شاید کہ یہاں یہ معنی مراد ہوں کہ کپڑے کو دائیں ہاتھ کی (بغل) کے نیچے سے داخل کر کے اس کو بائیں کندھے پر ڈالنا جیسے کہ محرم شخص کرتا ہے)

یہ واقعہ مرض الوفات کا ہے:

فصلّی بهم ' ان الفاظ کا مدلول بھی یہی ہے کہ یہ واقعہ مرض الوفات کا ہے۔ أخرج ابن سعد مِن طریق ابی ضمرة اللیثی عن حمید انه قال آخر صلوة صلّاها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مع القوم فی مرضه الذی قبض فیه فی ثوب واحد متوشحاً به قاعداً (اتحافات ص ۹۸) (ابن سعد نے ابی ضمرہ لیثیؒ عن حمید کی سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا کہ آخری نماز جو حضور ﷺ نے صحابہؓ کے ساتھ اس بیماری جس میں آپ فوت

Marfat.com

ہوئے بیٹھ کر توشح کرتے ہوئے پڑھی) امام بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه وعليه ملحفة متغطيا بها (نبی کریم ﷺ اپنی اس بیماری جس میں فوت بھی ہوئے نکلے اور آپ ایک بڑی چادر اوڑھے ہوئے تھے) اس سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپؐ کے مرض الوفات کے یہی ایام تھے۔

غلبہء ذوقِ حدیث:

سألني يحيىٰ بن معينؒ ... امام ترمذیؒ کے اُستاذ عبد بن حمید کہتے ہیں کہ محمد بن فضل نے کہا کہ یحیٰ بن معین نے بیٹھتے ہی مجھ سے اس حدیث کے متعلق دریافت فرمایا میں نے فوراً حدیث زبانی سنانا شروع کی فقال لو كان مِن كتابك ، تو یحیٰ بن معین نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ یہ حدیث مجھے آپ کتاب سے سنا دیتے کہ زبانی غلطی کا امکان ہے مگر تحریر زیادہ مستحکم ہوتی ہے فقمت لاخرج كتابي' میں اٹھ کھڑا ہوا تاکہ ان کے مطالبہ پر اپنی کتاب لے آؤں مگر انہوں نے فوراً مجھے دامن سے پکڑا فقبض علي ثوبي اور بٹھایا پھر ارشاد فرمایا مجھے املا کرا دیجیے اور ممکن ہے یہی میری زندگی کی آخری گھڑی ہو کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں آپ واپس آئیں اور ملاقات بھی نہ ہو سکے فاني اخاف ان لا القاك۔ محمد بن فضل کہتے ہیں ان کے اصرار پر پہلے حدیث زبانی سنادی پھر کتاب لایا فقرأت عليه پس یہ حدیث کتاب سے پڑھ کر بھی سنادی۔

اس سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا ہے کہ سلفِ صالحین کو حدیث سے کس قدر شغف تھا' کس قدر محبت تھی اور دنیا کی بے ثباتی پر کس قدر یقین تھا۔ فاني اخاف ان لا القاك اي لانه لا اعتماد على الحياة فان الوقت سيف قاطع وبرق لامع وفيه كمال التحريض على تحصيل العلم لتنفيرِ مِن الأمل سيمافي الاستباق الى الخيرات (مواهب ص ۶۹) (مجھے تو ڈر ہے کہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکے اس لئے کہ زندگی پر کوئی اعتماد نہیں کیونکہ وقت تو تلوار کاٹنے والی یا بجلی چمکنے کی مانند ہے اور اس میں علم حاصل کرنے پر مکمل ابھارنا اور شوق دلانا

Marfat.com

ہے اور آرزوؤں سے نفرت دلانے خاص کر نیکیوں کی طرف سبقت کرنے میں)

یحییٰ بن معینؒ !

یہ وہی یحییٰ بن معین ہیں جنہیں محدثین امام الجرح والتعدیل کے نام سے یاد کرتے ہیں امام اعظمؒ کی توثیق کرنے والے ہیں امام بخاریؒ ان کے شاگرد ہیں المدنی العظفانی البغدادی ہیں مناقب شہیرہ سے موصوف ہیں ہزاروں حدیثیں اپنے ہاتھوں سے لکھی ہیں واتفقوا علی امامته وجلالته فی القدیم والحدیث (مناوی ص ۱۳۸) (علماء کرامؒ متقدمین ومتاخرین آپؒ کی امامت اور علوشان پر متفق ہیں)

امام احمدؒ کا مشہور مقولہ ہے کل حدیث لا یعرفه یحیی بن معین فلیس بحدیث وقال السماع من یحییٰ شفاء لما فی الصدور (مناوی ص ۱۳۸) (کہ ہر ایسی حدیث جس کی معرفت وتحقیق یحییٰ بن معین کو نہ ہوسکی تو گویا (وہ کوئی قوی) حدیث نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یحییٰ بن معینؒ سے سماع کرلینا دلوں کی تسکین کا ذریعہ ہے) ان کی عظمت اور فضیلت کا ایک شرف یہ بھی ہے کہ بعد الوفات انہیں اس تخت پر غسل دیا گیا جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اور اسی چارپائی پر اٹھایا گیا جس پر آپؐ کو اٹھایا گیا تھا۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں وتشرف بان غسل علی السریر الذی غسل علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم وحمل علی ماحمل علیه صلی الله علیه وسلم (مناوی ص ۱۳۸) ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۳ھ میں انتقال ہوا۔

(۵۹/۷) حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اِیَاسٍ الْجُرَیْرِیِّ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْقَمِیْصًا اَوْ رِدَآءً ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْهِ اَسْاَلُکَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْنُسَ الْکُوْفِیُّ اَنْبَاَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِکٍ الْمُزَنِیُّ عَنِ الْجُرَیْرِیِّ

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہٗ ..

ترجمہ! ہمیں سوید بن نصر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی انہوں نے سعید بن ایاس جریری سے اور انہوں نے ابی نضرۃ سے اور انہوں نے ابوسعید الخدریؓ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اظہارِ مسرّت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کُرتہ مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ چادر وغیرہ پھر یہ دعا پڑھتے۔ اللھم لک الحمد کما کسوتنیه اسألک خیره وخیر ماصنع له واعوذبک من شره وشر ماصنع له۔

(ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے یا اللہ تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب نہ ہو ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا۔ کپڑے کی بھلائی برائی تو ظاہر ہے اور جس چیز کے لئے بنایا گیا کا مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی زینت وغیرہ جس غرض کے لئے پہنا گیا اس کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اس کی برائی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں استعمال ہو عُجب وتکبّر وغیرہ پیدا کرے۔

راوی حدیث (۲۰۴) سعید بن ایاس الجریری کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب حضور اقدس ﷺ نیا کپڑا پہنتے:

کـان رسـول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا استجد ثوباً حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں آپؐ جب نیا کپڑا پہنتے ای لبس ثوباً جدیدا واغرب من قال ای طلب ثوباً جدیداً ولعل المراد طلب لبسه اوطلبه مِن اهله اوخدمه (جمع ص ۱۳۹) (جب آپؐ نیا کپڑا پہنتے اور زیادہ عجیب وغریب ہے جس نے یہ معنی کیا کہ آپؐ نے نیا کپڑا طلب کیا اور شاید کہ اس قائل کی مراد یہ ہو کہ آپؐ نے اس کا پہننا طلب کیا یا یہ مطلب کہ اپنے اہل (گھر والوں) یا خادموں سے طلب کیا ہو) سمّاه باسمه تو اس کپڑے کو

Marfat.com

اس کے نام سے موسوم فرماتے مثلاً جب کپڑا پگڑی کے لئے متعین ہوتا تو اس کا نام عمامہ رکھ دیتے یا چادر کے لئے تعیین ہوتی تو رداء نام رکھتے اسی طرح جو کپڑا جس غرض کے لئے استعمال ہوتا وہی نام متعین فرماتے۔

فالمقصود التعميم مثل ان يقول رزقني الله هذا القميص او كساني هذه العمامة و اشباه ذلك (جمع ص ۱۳۹) (پس مقصود تعمیم ہے مثلاً یہ فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ قمیص عنایت فرمائی یا یہ عمامہ مجھے پہنایا۔ یا اس جیسے الفاظ سے (اس چیز کا نام لے کر دعا فرماتے) یا مراد یہ ہے کہ ہر ایک کپڑے کا بنفسہ مستقل نام تجویز ہوتا مثلاً آپؐ کے ایک عمامے کا نام اسحاب تھا ہر دونوں صورتوں میں آپؐ کا مقصود اظہار نعمت وتشکر تھا اسلئے تو بے اختیار زبان پر اللهم لک الحمد الخ جاری ہوجاتا۔ وعلى كل حال فالقصد اظهار النعمة بدل التشكر والحمد (اتحافات ص ۹۹) اے اللہ ساری تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں ۔۔۔ پس ہر صورت میں مقصود نعمت کا اظہار بطور تشکر اور حمد کے ہوتا) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نیا کپڑا پہنتے لبسه يوم الجمعة (جمع ص ۱۳۹) (تو اس کو جمعہ کے دن پہنتے) ثم يقول اى بعد اللبس والتسمية وهي سنة اللّٰهُمَّ لك الحمد كما كَسَوْتَنِيهِ . (پھر اس کے تسمیہ اور پہننے کے بعد (اور یہ سنت ہے) فرماتے اے اللہ تیرے ہی لئے ساری تعریفیں ہیں جیسے کہ آپ نے مجھے یہ کپڑا پہنایا)

لفظِ کاف کی توجیہ:

کما میں کاف تعلیل کے لئے ہے ای اللهم لک الحمد على كسوتک لی (اے اللہ! تیرے لئے سب تعریفیں ہیں بوجہ پہنانے آپ ہی کے ذات کا مجھ کو) او انه یا تشبیہ فی الاختصاص کے لئے ہے ای اللهم الحمد مختص بک کاختصاص الكسوة بک (مواهب ص ۷۰) اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ساتھ خاص ہیں جیسے (کسی کو) پہنانا بھی تیرے ساتھ خاص ہے)

محشی مشکوۃ شریف نے مرقاۃ سے کما کسوتنیه کی توجیہات اس طرح نقل کی ہیں الكاف تعليلية او بمعنى على والضمير راجع الى المسمىٰ فقوله اسئالک استيناف

Marfat.com

دعائه بعد تقديم الثناء او الكاف للتشبيه وقوله كما كسوتنيه مرفوع المحل بانه مبتداء والخبر اسئلك الخ اى مثل كسوتنيه من غير حول منّى ولا قوة كذالك اسئلك خيره ان يتوصل الى خيره (مشكوة ص ۳۷۵)

(لفظِ کما میں) کاف تعلیلیہ ہے یا بمعنیٰ علیٰ کے ہے اور ضمیر (کسوتنیه) کی راجع مسمی (جس کپڑے کا نام لیا تھا) کو ہے پس اللہ کی حمد وثناء کے بعد اسئالک کے لفظ سے دعا شروع کر رہے ہیں یا کاف تشبیہ کیلئے ہے اور کسوتنیه بنابر مبتدا ہونے کے محلاً مرفوع ہے اور اسئلک الخ اس کی خبر ہے۔ یعنی معنیٰ یہ ہوگا جیسے کہ آپ نے بغیر کسی زور وطاقت۔ اور استحقاق کے مجھے پہنایا اسی طرح اس کے خیر کا بھی طالب ہوں کہ میری طرف اس کے خیر و بھلائی کو پہنچا دے)

دعاءِ مسنون کا مفہوم:

اسئلک خیره وخیر ماصنع له کپڑے کی خیر تو یہ ہے کہ جسم کے موافق ہو گرمی وسردی سے بچائے ستر پوشی اور زینت کا باعث بنے اور اِنسان یہ کپڑا پہن کر عبادت اور عبدیت کے فرائض پورے کر سکے غرور وتکبر میں مبتلا ہو کر خود کو ہلاکت کی طرف نہ لے جائے۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں۔ والخير الذى صنع لاجله مِن التقوّى به على الطاعة وصرفه فيما فيه رضاک نظراً لصلاح نية صانعه (مواهب ص ۷۰)

(وہ خیر و بھلائی جس کے لئے یہ بنایا گیا یعنی اس کے ذریعہ طاعتِ خداوندی پر تقویت اور اس کو تیرے رضا کے کاموں میں استعمال کرنے کی دعا کرتا ہوں بوجہ نظر رکھنے اس کے بنانے والے کی اچھی نیت پر) واعوذ بک مِن شرّه وشرّ ما صنع له کپڑے کا شر یہ ہے کہ وہ جسم کے ساتھ ناموافق ہو مضرت رساں ہو استکبار کا باعث ہو واعوذبک مِن شره ومِن شر مايترتب عليه مما لا ترضىٰ به مِن التكبر والخيلاء (مواهب ص ۷۰) (اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کے شر اور ہر اس چیز کے شر سے جو اس پر مرتب ہو یعنی ایسے کام جو آپ کے ناپسندیدہ ہیں یعنی ریا اور تکبر سے)۔

Marfat.com

کپڑا پہننے کی دیگر دعائیں:

اس دعا کے علاوہ بھی ایسے موقع پر حضور اقدس ﷺ سے دیگر دعائیں بھی منقول ہیں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جس نے نیا کپڑا پہنا اور پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَااُوَارِیَ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ حَیَاتِیْ ثم عمد الی الثوب الذی اخلق فتصدق بہ کان فی حفظ اللہ وفی کنف اللہ وفی ستر اللہ حیاً ومیتاً (ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ مجھے ایسی چیز پہنائی جس کے ذریعہ میں نے اپنی ستر پوشی کی اور اپنی زندگی کو خوبصورت بنایا (یہ دعا پڑھ کر) پھر اس سابقہ پرانے کپڑے کو صدقہ کر دیا تو یہ شخص زندہ اور مردہ حالت (یعنی زندگی اور موت کے وقت) میں اللہ کی حفاظت سایہ اور ستر میں ہوگا) اسی طرح حضرت معاذ بن انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے جسے امام احمدؒ نے تخریج کیا ہے فرمایا جس شخص نے نیا کپڑا پہنا اور پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَاوَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّۃٍ غفر اللہ لہ ماتقدم مِن ذنبہ اور ابو داؤد نے اپنی ایک روایت میں ''وما تاخر'' کو زیادہ بیان کیا ہے (مواہب ص ۷۰) (ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر کسی زور وطاقت واستحقاق کے رزق عنایت فرمایا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیگا)

جب دوسرے شخص کو نیا کپڑے پہنے دیکھے:

اور جس کسی نے دوسرے شخص کو نئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو مسنون یہ ہے کہ اسے کہا جائے اَلبس جدیداً وعش حمیدا ومت شہیداً (تو نئے کپڑے پہن اور اچھی زندگی گزار اور شہادت کی موت نصیب ہو) کیونکہ حضور اقدسؐ نے حضرت عمرؓ کو سفید جدید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو یہی دعا دی۔ ولما رواہ ابو داؤد ان الصحابۃ رضی اللہ عنھم کانوا اذا لبس احدھم ثوبا جدیداً قیل لہ تبلی ویخلف اللہ تعالیٰ (مواھب ص ۷۱) (اور بوجہ روایت ابو داؤد کے کہ بے شک صحابہؓ میں سے اگر کوئی ایک نیا کپڑا پہنتا تو اس کو کہا جاتا۔ اس کو تو پرانا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا دے)

Marfat.com

(۸/۶۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ اَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَنْبَأَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةَ.

ترجمہ! ہمیں بیان کیا محمد بن بشار نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معاذ بن ہشام نے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے قتادہ کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی۔وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔

راویان حدیث (۲۰۵) ہشام بن یونس اور (۲۰۶) القاسم بن مالک المزنی کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحبرۃ کا معنیٰ اور تشریح:

كان أحب الثياب ... حضور اقدسؐ کو پہنے جانے والے کپڑوں میں دھاریدار چادر زیادہ پسند تھی الحبرۃ بمعنیٰ منقش دھاریدار چادر ' تحبیر کا معنیٰ ہے مختلف الوان سے لکھنا جس سے کپڑا منقش ہو جاتا ہے۔

الحبرة كعنبة وهى نوع برود اليمن تتخذ من قطن أو كتان ' مخططة بخطوط حمر أو زرق أو خضر (اتحافات ص ۱۰۰) (حبرۃ بروزن عنبة ہے یہ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے جو کپاس یا کتان (تھسر) وغیرہ جو سرخ اور نیلے اور سبز دھاریوں سے دھاریدار ہو بنایا جاتا ہے) والتحبير هو التحسين (اى تزين لا بسها) ومنه قوله تعالىٰ فهم فى روضة يحبرون (اتحافات ص ۱۰۰) تحبیر بمعنیٰ تحسین کے ہے یعنی دھاریدار کپڑے کا پہننے والا خوبصورت ہو جاتا ہے اور اسی مادہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے (ترجمہ) کہ وہ لوگ (بہشت) کے باغ میں خوش وخرم (خوبصورت)

Marfat.com

ہوں گے) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مطلقاً سرخ کپڑا پہننا مردوں کے لئے بہتر نہیں (بعض علماء نے ناجائز لکھا ہے) البتہ مخطط دھاری دار کی اجازت ہے۔

قمیص اور الحبرۃ کی أحبیّت میں تعارض اور جواب:

یہاں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ اس حدیث اور اس سے سابق حدیث احب الثیاب القمیص میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حضراتِ محدثین فرماتے ہیں۔

(۱) حدیثِ قمیص میں وضع کے اعتبار سے احبیّت ہے اور الحبرۃ میں جنس کی احبیّت ہے۔(۲) حدیثِ قمیص میں احبیّت اضافیہ ہے جبکہ فی نفسہ، الحبرۃ احب ہے۔ (۳) القمیص سلے کپڑوں میں احب ہے جبکہ الحبرۃ فی الردآء میں پسند ہے (جمع ص ۱۴۰)(۴) قمیص تب پسند تھی جب آپؐ گھر تشریف فرما ہوتے اور الحبرۃ تب پسند تھی۔ اذا کان مع اصحابه (اتحافات ص ۱۰۱) (جب آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ہوتے) وحدیث الحبرۃ أصح لاتفاق الشیخین علیه فلایعارضه الحدیث السابق (مواهب ص ۷۱) (اور حدیث حبرۃ زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ متفق علیہ شیخین کی ہے تو اس کے ساتھ سابقہ حدیث معارض ومقابل نہ ہوئی)

الحبرۃ کیوں پسند تھی:

(۱) شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو الحبرۃ اسلئے بھی پسند تھا کہ اس میں نرمی تھی جسم مقدس کو اس سے مناسبت تھی۔ فانه کان علیٰ غایة مِن النعومة واللین (مواهب ص ۷۱) (کیونکہ وہ انتہائی نرم ونازک تھی)

(۲) الحبرۃ یمنی چادروں میں ہے جس میں سرخ دھاریاں ہوا کرتی تھیں۔ وربما کانت بزرق هی اشرف الثیاب عندهم تصنع مِن القطن ولذا کان احب (جمع ص ۱۴۰) (اور کبھی نیلی دھاریوں والی ہوتی تھیں یہ یمن والے لوگوں کے نزدیک انتہائی قیمتی ہوتے تھے اور یہ (چونکہ) کپاس سے بنائی جاتی تھیں اس لئے آپؐ کو زیادہ پسند تھیں)

Marfat.com

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں یہ چادر سبز رنگ کی ہوتی تھی۔ وقیل لکونها خضراء وهی مِن ثیاب اهلِ الجنة (اور یہ بھی کہا جاتا ہیکہ حبرہ سبز رنگ کی ہوتی تھی اور یہ جنت والوں کا لباس ہے)

(۴) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو سُجِّیَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِبُرْدِ حِبَرَةٍ یعنی آپؐ پر ایک یمنی چادر ڈال دی گئی تھی ایک اور مقام پر ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا الْخَمِیْرَ وَ اَلْبَسَنَا الْحَبِیْرَ شکر ہے اللہ تعالیٰ جس نے ہم کو خمیر کھلا یا اور الحبیر پہنایا۔

(۵) اس لئے کہ اس میں زینت زیادہ نہیں اور میل کچیل بھی اس میں ظاہر نہیں ہوتا قیل انما كانت هی احب الثياب اليه صلى الله عليه وسلم لانه ليس فيه كثير زينة ولانها اكثر احتمالا للوسخ (جمع ص ۱۴۰) بعض نسخوں میں یلبسه کی جگہ یلبسها بھی آیا ہے جیسے كان احب الثياب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يلبسها الحبرة. (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳) (حضور ﷺ کو اپنے پہنے جانے والے کپڑوں میں سے حبرہ (سرخ دھاریدار) آپؐ کو زیادہ پسندیدہ تھا)

....

(۶۱/۹) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ غَیْلَانَ اَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَأَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَرِیْقِ سَاقَیْهِ قَالَ سُفْیَانُ اُرَاهَا حِبَرَةً.

ترجمہ! ہمیں محمود بن غیلان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر عبدالرزاق نے اور ان کو سفیان نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت عون بن ابی جحیفہ ؒ سے ان کے باپ کے حوالے سے نقل کی۔ تو صحابی رسول ابو جحیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا حضور اقدس ﷺ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میرے سامنے ہے سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔

Marfat.com

راوی حدیث (۲۰۷) عون بن ابی جحیفۃ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائلِ ترمذی'' میں ملاحظہ فرماویں

حلۃ حمرآء کا معنیٰ و حکم:

قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلّۃ حمرآء .... میں نے حضور اقدس ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپؐ سرخ جوڑا زیب تن کیئے ہوئے تھے۔ یہ روایت حجۃ الوداع کے موقع پر بطحاء مکہ میں ہوئی تھی جیسا کہ بخاری کی روایت میں اس کی تصریح ہے وعلیہ حلۃ حمرآء جملہ حالیہ ہے حضرت سفیان حلۃ کی مراد متعین کرتے ہوئے کہتے ہیں قال سفیان اراھا حبرۃً میرا خیال ہے کہ وہ منقش جوڑا تھا سفیان یہ تعبیر اسلئے کرتے ہیں کہ خالص سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے۔

حلۃ : (۱) ازار اور چادر کو کہتے ہیں ای ازار ورداء کذا فی المھذب

(۲) یہ حلۃ دو کپڑوں ہی کا نام ہے کذا فی الصحاح

(۳) والمراد بالحلۃ الحمرآء بردان یمانیان منسوجان بخطوط حمر مع سود کسائر البرود الیمنیۃ وھی معروفۃ بھذا الاسم باعتبار مافیھا مِن الخطوط الحمر والا فالاحمر البحت منھی عنہ ومکروہ لبسہ (جمع ص ۱۴۱) (اور سرخ جوڑے سے مراد دو یمنی چادریں جو سرخ وسیاہ دھاریوں سے بُنی ہوئی تھیں جیسے کہ باقی یمنی چادریں اور وہ حلہ حمراء کے ساتھ اسلئے مشہور ہے کہ اس میں سرخ لکیریں اور دھاریاں ہوتی تھیں۔ ورنہ خالص سرخ جوڑے کے پہننے سے منع وارد ہوئی ہے اور اس کا پہننا مکروہ ہے) ابوداؤد میں حدیث ہے کہ ایک شخص کا حضور اقدس ﷺ پر گذر ہوا وعلیہ حلتان حمراوان (اور اس پر دو کپڑے سرخ رنگ کے تھے) اس نے آپؐ پر سلام ڈالا مگر آپؐ نے جواب نہ دیا۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ سرخ کپڑے اسلئے ناپسندیدہ ہیں۔ لانہ زینۃ الشیطان وموجب للخیلاء والطغیان (جمع ص ۱۴۱) (کہ وہ شیطانی زینت ہے اور انسان میں غرور وتکبر پیدا ہوجانے کا ذریعہ ہیں) اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وعلیہ حلۃ حمرآء

Marfat.com

اپنے حقیقی معنیٰ پر محمول ہے جیسا کہ بعض حضرات کی رائے بھی یہی ہے۔
تو پھر اسی صورت میں ملا علی قاریؒ نے اس کی دو توجیہات کی ہیں۔
(۱) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپؐ نے الاحمر البحت (خالص سرخ) پہنا ہے تو یہ قبل النھی (یعنی حضور ﷺ کے منع کرنے سے پہلے کا واقعہ) تھا۔
(۲) یا بیان جواز کے لئے تھا۔

سرخ لباس کے مردوں کے لئے جواز وعدم جواز پر کتابوں میں کافی بحث کی گئی ہے فقہاء کرامؒ نے مکروہ لکھا ہے اگر دھاریدار ہو یا اس کا سوت رنگا ہوا ہو تو جائز ہے ابن جریر طبری نے مطلقاً جائز لکھا ہے مگر ثقاہت اور مروّت کے خلاف ہے۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں خود حنفیہ کے اس میں مختلف اقوال ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتویٰ کے لحاظ سے جائز ہے اور تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ یہ علماء میں مختلف فیہ ہے (خصائل)

تہبند، پاجامہ کا مسنون معیار:

کانی انظر الی بریق ساقیه گویا میں اس وقت حضور اقدس ﷺ کی دونوں مبارک پنڈلیوں کی نورانیت دیکھ رہا ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا تہبند مبارک نصف پنڈلی تک تھا۔ تہبند ہو یا پاجامہ نصف ساق تک سنت اور ٹخنوں تک ہونا مستحب ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو جائے اگر از روئے تکبر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔
علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ فیسن للرجل الی نصف ساقیه ویجوز الی کعبیه ومازاد حرم ان قصد الخیلاء والاکرہ (مناوی ص ۱۴۲) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کی پنڈلی پر نظر پڑ جائے تو جائز ہے اور اسی پر اجماع ہے مگر یہ تب ہے جب فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔
شیخ عبدالرؤف لکھتے ہیں وندب تقصیر الثیاب الی انصاف ساقین (اور مستحب ہے کپڑوں کا نصف پنڈلیوں تک کوتاہ رکھنا) جیسا کہ مختلف روایت میں وارد ہے (۱) ارفع ازارک فانه اتقیٰ وانقی ' (اپنے تہبند کو اوپر باندھو کہ یہ زیادہ تقویٰ اور صفائی کا ذریعہ ہے)

Marfat.com

(۲) طبرانی میں ہے کل شئی مس الارض مِن الثیاب فی النار (ہر وہ کپڑا جو زمین پر (بوجہ لمبا ہونے) لگے وہ آگ میں ہے یعنی پہنے ہوئے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا اچھا نہیں)

(۳) بخاری میں ہے ماا سبل مِن الکعبین مِن الازار فی النار (ای محلہ فیھا فتجوز بہ عنہ للمجاورۃ (مناوی ص ۱۴۲) (تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو وہ آگ میں ہے (یعنی اس کی سزا آگ ہے)

صحابہ کرامؓ کے ذوقِ محبت کا اظہار:

حضراتِ صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس ﷺ کی ذات والا صفات سے کتنا عشق و محبت والہیت اور پیار تھا کہ جب بھی آپؐ کی ذاتِ اقدس کا تذکرہ کرتے تو اپنی محبت وجنون اور وارفتگی چھپائے بھی نہ چھپتی اور چھلک پڑتی۔

حضرت ابوجحیفہؓ کا یہ جملہ "گویا میں اب بھی آپؐ کی پنڈلی مبارک دیکھ رہا ہوں" اسی ذوق ومحبت کمال عشق اور مخلصانہ جذب وکیف کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے گویا آپؐ کے مبارک تصور سے اب بھی ان کا دل ودماغ اور ظاہر وباطن منور اور معطر ہورہے ہیں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یارؐ
جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

شیخ عبدالجواد الدومیؒ نے یہاں کچھ مزید روایات بھی نقل کی ہیں نذرِ قارئین ہے۔

وفیہ أیضاً : ورأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ،ورأیت الناس یبتدرون بلل وضوئہ ، أی مافضل من ماء وضوئہ ، فمن أصاب منہ شیئاً مسح بہ وجھہ ، ومن لم یصب مُنہ شیئاً أخذ من بلل صاحبہ .وزاد من طریق شعبۃ عن عون عن أبیہ : وقام الناس فجعلوا یأخذون یدیہ یمسحون بھما وجوھھم . قال : فأخذت یدہ فوضعتھا علی وجھی ، فاذا ھی أبرد من الثلج ، وأطیب رائحۃ من المسک"وعلیہ حلۃ حمر آء".(اتحافات ص ۱۰۱، ۱۰۲) (اور اسی طرح اس میں ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو وضو کرتے دیکھا اور میں نے (اس دوران) اور لوگوں کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے وضوء کے بقیہ پانی کی طرف جلد بازی کرتے تھے جس شخص کو اس میں سے کچھ مل جاتا تو اس کے ساتھ اپنے

Marfat.com

چہرے پر مسح کر لیتا (یعنی اس تری کو چہرہ پر ملتا) اور اگر اس سے نہ ملتا تو اپنے ساتھی سے کچھ پانی کی تری لے کر اپنے چہرہ پر لگاتا۔ اور شعبہ عن ابیہ کی سند میں ہے کہ لوگ شروع ہوئے کہ آپؐ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں پر ملتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بھی حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرہ پر رکھا تو اچانک وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا اور آپؐ پر ایک سرخ جوڑا تھا)

(۶۲/۱۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ اَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَتْ جُمَّتُهٗ لَتَضْرِبُ قَرِيْبًا مِّنْ مَنْكِبَيْهِ ..

ترجمہ! ہمارے سامنے علی بن خشرم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی انہوں نے یہ روایت اسرائیل سے ابی اسحٰق کے حوالے سے اخذ کی اور وہ صحابی رسول حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اس وقت حضور اقدس ﷺ کے پٹھے حضور کے مونڈھوں کے قریب تک آ رہے تھے۔

راوی حدیث (۲۰۸) علی بن خشرمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرماویں۔

یہ حدیث باب اول میں تیسرے نمبر پر گزر چکی ہے۔ متعلقہ بحث وہاں ملاحظہ فرماویں یہاں تو حلۃ حمرآء کی مناسبت سے دوبارہ لائی گئی ہے۔

(۶۳/۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ اَنْبَاَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِيَادٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ رِمْثَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ ..

ترجمہ! ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا عبدالرحمٰن

Marfat.com

بن مھدی نے۔ ان کو یہ روایت عبیداللہ بن ایاد سے ملی۔ انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے صحابی ابورمثہؓ سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

راوی حدیث (۲۰۹) عبیداللہ بن ایادؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث کی تشریح ۸/۶۰ میں تفصیل سے کی جا چکی ہے۔

(۱۲/۶۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ اَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ جَدَّتَيْهِ دُحَيْبَةَ وَعُلَيْبَةَ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ قَالَتْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ اَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتْهُ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ۔۔

ترجمہ! ہمیں عبد بن حمید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عفّان بن مسلم نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کے متعلق عبداللہ بن حسان عنبری نے اپنی دادی دُحیبۃ وعُلیبۃ کے حوالے سے بتلایا۔ انہوں نے یہ روایت قیلہ بنت مخرمہ سے حاصل کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

راویان حدیث (۲۱۰) عفان بن مسلمؒ (۲۱۱) عبداللہ بن حسان العنبریؒ (۲۱۲) دحیبۃؒ (۲۱۳) علیبۃؒ اور (۲۱۴) قیلۃ بنت مخرمہؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

قالت رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ اَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ الخ حضرت قیلۃؓ

Marfat.com

کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ نے دو پرانی چادریں پہن رکھی تھیں اسمال سمل کی جمع ہے کہا جاتا ہے سمل الثوب یا ثوب ثمیل 'پرانا کپڑا' بوسیدہ کپڑا یہاں اسمال صیغہ جمع کا ہے مراد مافوق الواحد ہے۔ بمعنیٰ بوسیدہ کپڑے کے 'وھو الثوب الخلق (جمع ص ۱۴۵) المُلَیَّۃ' الملاءۃ کی تصغیر ہے بمعنیٰ چادر کے جو یک بری ہو اور سلی ہوئی نہ ہو (غیر مخیط) بلکہ اس کی نسج (بنائی) ایسی ہو کہ سلائے بغیر استعمال ہو سکے۔ وفی النھایۃ ھی الازار وفی الصحاح الملحفۃ (مناوی ص ۱۴۵) (اور نہایہ میں ہے کہ ملیّۃ کا معنیٰ تہبند ہے اور صحاح میں ہے کہ یہ بمعنی ملحفہ بڑی چادر کے ہے)

الملیّۃ بھی واحد کا صیغہ ہے مُلَیَّتین اس کا تثنیہ ہے بمعنیٰ دو چادریں۔ یہ اضافت بیانیہ ہے یعنی آپ پر دو پرانی چادریں تھیں۔

کانتا بزعفرانٍ وقد نفضتہ یعنی دونوں چادریں زعفران سے رنگی ہوئی تھیں، مگر بوسیدگی کی وجہ سے زعفرانی رنگ زائل ہو چکا تھا۔

کانتا بزعفران ای مصبوغتین بہ وامّا قول الحنفی ای مخلوطتین ففیہ تسامح (جمع ص ۱۴۵) (یہ دونوں زعفران میں رنگی ہوئی تھیں اور حنفیؒ کا یہ قول کہ ان میں زعفران کی ملاوٹ تھی تو اس میں اس سے تسامح ہوئی) وقد نفضتہ ای الأسمال او کل واحدۃ مِن الملیّتین لون الزعفران ولم یبق اثر منہ (جمع ص ۱۴۵) (اور بوسیدگی نے زعفرانی رنگ جھاڑ دیا تھا یا ہر ایک دونوں چادروں میں سے زعفرانی رنگ زائل ہو گیا اور کوئی اثر باقی نہ رہا) نفض کا اصل معنیٰ غبار جھاڑنے کے لئے کسی چیز کو حرکت دینا ہے یہاں لونِ زعفران کے زوال سے کنایہ ہے لکونہ مِن لوازمہ (مناوی ص ۱۴۵) (کہ زائل ہونا جھڑنے کے لوازمات میں سے ہے)

ایک تعارض سے جواب:

ایک حدیث میں ہے کہ نھی عن التزعفر للرجال (یعنی حضور اقدس ﷺ نے

Marfat.com

مردوں کے لئے زعفرانی رنگ منع فرمایا یعنی مرد اپنے اعضاء واندام اور کپڑوں کو زعفرانی رنگ سے رنگنے سے پرہیز کریں) امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ مردوں کے لئے زعفرانی رنگ کثرت سے استعمال کرنے سے نہی آئی ہے کیونکہ تھوڑے زعفران کے استعمال کی رخصت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حدیث سے نکلتی ہے (لغات الحدیث ز۔ص ۱۹) بظاہر اشکال یہ ہے کہ جب آپؐ نے زعفرانی رنگ استعمال کرنے سے منع فرمایا تو خود اس رنگ کی چادریں کیوں اوڑھی ہیں بظاہر تعارض ہے۔

محدثین کرامؒ حضرات فرماتے ہیں (۱) کہ وقد نفضته سے اس کا جواب ہو جاتا ہے کہ ان چادروں کو کسی وقت زعفرانی رنگ ضرور دیا گیا تھا مگر وہ اس کے استعمال سے آہستہ آہستہ زائل ہو گیا تھا اور جب استعمال میں لائیں گئیں تو زعفرانی رنگ کا اثر باقی نہیں رہا تھا۔ (۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے یہ زعفرانی چادریں نہی سے قبل پہنی ہوں جس پر حدیث میں مذکور طویل قصہ بھی دلالت کرتا ہے انها كانت في اوّل الاسلام (جمع ص ۱۴۶) (کہ آپؐ کا اس قسم کی چادروں کا پہننا اسلام کے ابتدائی دور میں تھا)

لباسِ فقر اور لباس فاخرہ میں مدار نیّت پر ہے:

زیر بحث حدیث میں تو بذاذة الهيئت اور رثاثة اللباس کی طرف اشارہ ہے اور بعض روایات میں لباس فاخرہ بھی منقول ہے جیسا کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ستائیس (۲۷) اونٹوں کے بدلے میں ایک جوڑا کپڑوں کا خریدا تھا اور پہنا بھی تھا جو اگرچہ ایک ضرورت کے پیش نظر وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام معمول کا لباس آپؐ کا معمولی درویشانہ اور بقدر کفاف ہوا کرتا تھا) جس سے زینت وجمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے یہ تو عملِ مبارک ہے اس طرح قولِ مبارک میں بھی دونوں قسم منقول ہیں

البذاذة مِن الايمان' الرثاثة مِن الايمان . ان الله يحب الجمال . ان الله نظيف يحب النظافة (آپؐ نے سادگی اور زینت کے عدم اہتمام کو ایمان کی علامت کہا ہے اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوبصورتی اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک

Marfat.com

وصاف ہیں اور صفائی کو پسند کرتے ہیں)۔ اصحاب السنن نے روایت نقل کی ہے۔ کہ آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا۔ وعلیہ اطمار وفی روایة النسائی ثوب دون (جمع ص ۱۴۶) (اور اس کے بدن پر بوسیدہ کپڑے تھے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ معمولی کپڑے تھے) آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ کہا جی ہاں فرمایا کس قسم کا مال ہے؟ عرض کیا اللہ کی ہر نعمت ہے جو اس نے عطا کی ہے اونٹ ہیں بکریاں ہیں وغیرہ آپؐ نے ارشاد فرمایا فکثر نعمته وکرامته علیک ای فاظهر اثر نعمته بالحمد والشکر بلسان القال والحال لیکون سبباً للمزید فی الاستقبال والمآل قال تعالیٰ (واما بنعمة ربک فحدث (جمع ص ۱۴۶) تو پھر تو آپ اللہ تعالیٰ کے اس احسان ونعمت کا اظہار حمد وشکر کے ساتھ اپنے قول وعمل میں کرتا رہ تا کہ مستقبل میں یہ (اللہ تعالیٰ) کے مزید انعامات اور احسانات کا سبب بنے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیئے) اور سنن میں یہ روایت بھی منقول ہے۔ ان اللہ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده ای لا نبائه عن الجمال الباطن وهو الشکر علی النعمة (جمع ص ۱۴۶) (اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندوں پر دیکھیں اس لئے کہ بندہ کا نعمتوں کے اظہار سے اس کے اندرونی جمال یعنی نعمتوں پر شکریہ کرنے کی کیفیت کا پتہ چل جاتا ہے)

علماء محققین اور حضرات محدثینؒ فرماتے ہیں کہ اس میں قول فیصل نیت ہے اچھا اور عمدہ کپڑا اگر تحدیث نعمت کے طور پر ہے تو افضل اور موجب ثواب ہے جبکہ کتمانِ فقر کے لئے لباس فاخرہ پہننا افضل ہے اور اگر یہی لباس استکبار وریا اور سمعة و شہرت کا باعث ہو تو پھر ناجائز ہے اسی طرح بذاذة الهیئة اور رثاثة اللباس میں بھی نیت کا اعتبار ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں نیت کے مدار ہونے پر لکھا ہے کہ وکذالک لبس الدنیّ من الثیاب یذم فی موضع ویحمد فی موضع فیذم اذا کان شهرة وخیلاء ویمدح اذا کان تواضعاً واستکانة کما ان لبس الرفیع من الثیاب یذم اذا کان تکبرًا وفخرا وخیلاء ویمدح اذا کان تجملاً واظهار النعمة اللہ ففی صحیح مسلم عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة خردل من

Marfat.com

کبر ولا یدخل النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من ایمان قال رجل یا رسول اللہ انی احب ان یکون ثوبی حسنا ونعلی حسنا افمن الکبر ذاک فقال لا ان اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۲) (اسی طرح بوسیدہ اور غیر قیمتی کپڑے پہننا کبھی قابل مذمت و برائی اور کسی وقت قابل مدح وتعریف ہوتے ہیں۔ یعنی جب تکبر اور شہرت کے لئے پہنے جائیں تو پھر قابل مذمت اور برائی ہیں اور جب وہ تواضع اور ستر پوشی کی غرض سے ہوں تو قابل مدح وتعریف ہیں اور یہی حال اچھے اور قیمتی کپڑوں کا ہے کہ اگر بڑائی فخر اور تکبر کی نیت سے ہوں تو برائی اور قابل مذمت ہیں اور اگر تجمل خوبصورتی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے لئے ہوں تو پھر قابلِ مدح وتعریف ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز جنت میں وہ شخص نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا تکبر اور بڑائی ہو اور دوزخ میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا تو دل چاہتا ہے کہ میرے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں کیا یہ بھی تکبر میں سے ہے آپؐ نے فرمایا نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں تکبر تو حق بات کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے)

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا ارشاد:

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا وسمعہ اور عمدہ لباس میں تکبر ونخوت خطرناک امور ہیں ان ہی کے متعلق ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے نہایت ہی عمدہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا کسی گدڑی پوش اور شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

یا ھذا ھیئتی ھذہ تقول الحمدللہ وھیئتک ھذہ تقول اعطونی مِن دنیا کم شیئاً للہ (جمع ص ۱۴۶) (اے شخص میری یہ شکل وہیئت (یعنی اچھا لباس پہننا) (زبان حال) سے الحمدللہ کہتی ہے یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو رہا ہے اور آپ کی یہ شکل

Marfat.com

وہیئت (گدڑی پوشی) زبان حال سے کہتی ہے کہ کچھ مال اللہ کے لئے مجھے دیدیجئے (جس سے حرص ولالچ مترشح ہو رہا ہے)

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں لا بد للسالک فیهما مِن تصحیح النیة واخلاص الطویة فلا یلبس افتخاراً ولا یترک بخلاً واحتقاراً (جمع ص ۱۴۶) (اس لئے سالک کے لئے تصحیح نیت اور اپنے اندرونی معاملہ میں اخلاص انتہائی ضروری ہے پس (اس کو چاہئے) کہ اچھا اور عمدہ لباس بطور فخر وریا کے نہ پہنے اور نہ ہی بخل اور حقارت سے اس کا تارک بنے)

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں ۔ والفصل العدل ان جمال الهیئة اما محمود وهو ما اعان علی طاعة ومنه تجمل المصطفیٰ للوفود واما مذموم وهو ما للدنیا او للخیلاء (مناوی ص ۱۴۷) (حد فاصل اور اعتدالی کیفیت یہ ہے کہ خوبصورتی یا محمود (قابل مدح) ہوگی۔ یعنی جو طاعتِ خداوندی پر معین مددگار اور آمادہ کرنے والی ہو حضور ﷺ کے باہر کے وفود کے لئے تجمل اسی غرض سے ہوتا تھا۔ اور یا خوبصورتی قابل مذمت ہوگی۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیاوی اغراض تکبر اور بڑائی کے لئے ہو)

وفی الحدیث قصة طویلة اور اس حدیث میں ایک لمبا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے ملاعلی قاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تقریباً دو ورق کا ہے مگر اس کو آپؐ کے لباس سے کوئی مناسبت نہ تھی اسلئے ترک کر دیا گیا۔ وقال ابن حجر وترکها لعدم مناسبتها لما هو فیه (جمع ص ۱۴۷) (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو مصنفؒ نے اس لئے چھوڑ دیا کہ اس باب کے ساتھ اس کی کوئی مناسبت نہیں تھی) وہ قصہ مختصر یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں اپنے پاؤں پر گوٹھ مار کر یعنی دونوں رانوں کو پنڈلیوں کے ساتھ ملا کر) تشریف فرما تھے دست مبارک میں کھجور کی چھڑی تھی آپؐ بڑے متفکر نظر آ رہے تھے ایک خاتون یا مرد حاضر خدمت ہوا آپؐ پر سلام کیا آپؐ نے جواب دیا آپ دو زعفران زائل شدہ پرانی چادریں اوڑھے ہوئے تھے

راوی کہتے ہیں جب آپؐ پر میری نظر پڑی تو آپؐ کے رعب وجلال سے مجھ پر ہیبت اور خوف طاری ہو گیا ارعدت مِن الفرق (میں خوف کے مارے لرز گیا) آپؐ نے میری

Marfat.com

طرف دیکھا فقال وعلیک السکینة فذهب عنی ماأجد من الروع (جمع ص ۱۴۷)
پس آپ ؐ نے ارشاد فرمایا تجھ پر سکینہ و آرام ہو آپ ؐ کی اس قدر توجہ و عنایت اور ارشاد مبارک سے میرا خوف و ہیبت سکینہ اور اطمینان سے بدل گیا۔

(۱۳/۶۵) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَیْمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْبَیَاضِ مِنَ الثِّیَابِ لِیَلْبَسْهَا اَحْیَآءُ کُمْ وَ کَفِّنُوْا فِیْهَا مَوْتَاکُمْ فَاِنَّهَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ۔

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت بشر بن مفضل نے بیان کی انہوں نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے اخذ کی انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے نقل کی وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑوں میں مُردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

سفید کپڑے کے استعمال کی ترغیب:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لوگو! تم پر لازم ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو علیکم 'اسم فعل ہے بمعنیٰ الزموا کے ہے ای الزموا لبس الابیض (مواھب ص ۷۴) (یعنی تم اپنے اوپر سفید لباس پہننے کو لازم کرلو) وحمل البیاض علی المبالغة اوعلی حذف المضاف ومن الثیاب بیان له . البیاض ای الثیاب البیض بولغ فیها فکانها نفس البیاض او البسوا ذا البیاض علی حذف المضاف (خصائل عربی حاشیہ) اورحدیث میں علیکم بالبیاض میں یا تو بیاض مبالغہ پر محمول ہے اور یا یہاں مضاف محذوف ہے اور لفظ میں من الثیاب یہ اس کا عطف بیان ہے یعنی الثیاب البیض (سفید کپڑے) اس میں مبالغہ کیا گیا گویا کہ کپڑے بعینہ سفیدی ہوئے

Marfat.com

اور یاالبسوا ذا البیاض یعنی تم سفیدی والے پہنو تو یہاں حذف مضاف ہوا)۔
لِیَلْبَسھا احیاء کم الخ یعنی تمہارے زندہ لوگ سفید کپڑے پہنیں اور مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو اس حدیث میں آپؐ کے سفید کپڑوں کے پہننے کا ذکر نہیں مگر امت کو حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ترغیب دی جا رہی ہے تو خود بھی پہننا پسند تھا اور پہنا بھی ہے چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے۔ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض ۔(میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس پر سفید کپڑے تھے)چنانچہ علماء کرام اور صلحاء امت کا معمول بھی ہے اور ترغیب بھی کہ سفید کپڑے پہن کر جمعہ کے روز مسجد میں آنا یا قرأت قرآن اور علمی ودینی اور روحانی مجالس میں شریک ہونا ایک عمدہ اور بہتر عمل ہے عید کے روز بھی عمدہ اور اعلیٰ بلکہ نیا کپڑا پہننا (اگر چہ وہ سفید نہ ہو) انسب ہے۔

شیخ عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں۔ فی ھذا الحدیث یرغب نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی البیاض .. ویحببه لنا فی الحیاۃ وبعد الممات والتعلیل کما جاء فی الحدیث الآتی لانھا اطھر واطیب وقد ورد أن احب الالوان إلی اللہ البیاض (اتحافات ص ۱۱۱) (اس حدیث میں ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ سفید کپڑے پہننے کی ترغیب دے رہے ہیں اور انہی سفید کپڑوں کو ہمارے لئے زندگی اور موت کے بعد بھی پسند فرماتے ہیں اور اس کی علت اور وجہ آئندہ حدیث میں ہے۔ کہ یہ پاک وصاف اور اچھے رہتے ہیں اور یہ بھی احادیث میں ہے کہ رنگوں میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو سفید رنگ ہے)

(۶۶/۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ اَبِیْ شَبِیْبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَسُوْا الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا اَطْھَرُ وَاَطْیَبُ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی ان کو سفیان نے حبیب بن ابی ثابت کے حوالے سے نقل کیا۔ انہوں نے میمون بن ابی

Marfat.com

شبیب سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑا پہنا کرو اسلئے کہ وہ زیادہ پاک وصاف رہتے ہیں اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔

راویان حدیث (۲۱۵) حبیب بن ابی ثابت اور (۲۱۶) سمرۃ بن جندبؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سفید کپڑا اطھر واطیب ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البسوا البیاض الخ آپؐ نے ارشاد فرمایا لوگو! سفید کپڑا پہنو فانھا اطھر جب وہ اطھر ونظیف ہو کیونکہ اس پر جب میل کچیل لگ جائے فوراً نظر آتی ہے اور فوراً دھو کر صاف کردی جاتی ہے گویا اطھر ہے ظاہر کے لحاظ سے واطیب یعنی احسن وانقی باعتبار باطن ہے لغلبة دلالتها علی التواضع والتخشّع ولانها تبقی علی الحالة التی خلقت علیها فلیس فیها تغییر خلق اللہ تعالیٰ (مواھب ص ۴۷) (اکثر سفید لباس کی دلالت خشوع وخضوع پر ہوتی ہے اور یہ رنگ اپنی خلقی حالت پر قائم رہتا ہے۔ اس میں اللہ کی خلقت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی) کفنوا فیھا موتاکم الخ علامہ عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں

جب زندہ لوگ مساجد جاتے وقت اور بڑوں کی ملاقات کے وقت سفید کپڑے پہنتے ہیں تو مُردوں کو ان کا پہننا زیادہ انسب ہے اسلئے کہ یہ تو ربّ کریم اور ملائکہ مقربین کی ملاقات کے لئے جارہے ہیں دوسرا یہ کہ ان کی تیاری میں محنت کم اور تکلّفات کالعدم ہوتے ہیں بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ سفید لباس میں کفنانے کے حکمت یہ بھی ہے کہ جب بندہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو گناہوں سے پاک ہو' سفید رنگ کی طرح صاف ستھرا ہو اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جیسا کہ سفید لباس کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔

(ملخصا از اتحافات ص ۱۱۲)

(۶۷/۱۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مَنِیعٍ اَنْبَأَنَا یَحْیَ بْنُ زَکَرِیَّا بْنِ اَبِیْ زَآئِدَۃَ اَخْبَرَنَا اَبِیْ عَنْ

Marfat.com

مُصۡعَبِ بۡنِ شَيۡبَةَ عَنۡ صَفِيَّةَ بِنۡتِ شَيۡبَةَ عَنۡ عَائِشَةَ قَالَتۡ خَرَجَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيۡهِ مِرۡطٌ مِّنۡ شَعۡرٍ اَسۡوَدَ..

ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس میرے باپ نے خبر دی انہوں نے مصعب بن شیبۃ سے صفیہ بنت شیبہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت سماعت کی آپ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپؐ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

راویان حدیث (۲۱۷) یحییٰ بن زکریاؒ (۲۱۸) ابی (۲۱۹) مصعب بن شیبہؒ اور (۲۲۰) صفیہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیاہ بالوں کی چادر :

قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .... سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ باہر تشریف لے گئے وعلیہ مرط من شعر اسود آپؐ سیاہ بالوں والی کملی اوڑھے ہوئے تھے۔

مرط (نصر) کے باب سے ہے بمعنیٰ اکھیڑنے اور کھینچنے کے' یہاں مراد کملی ہے مرط عموماً خز سے یا صوف سے یا کتان سے یا سیاہ بالوں سے بنائی جاتی ہے جو کشادہ اور طویل ہوتی ہے وھو کساء طویل واسع من خز او صوف اوشعر او کتان یوتزر (جمع ص ۱۴۹) (یہ ایک لمبی کشادہ چادر ریشم یا اون یا بالوں اور کتان کی ہوتی ہے جو بطور تہبند استعمال ہوتی ہے) اسود ' مرط ساری سیاہ نہ تھی یہ وصف بطور اغلب کے ہے۔ سیاہ رنگ کی اس نوعیت کی کملی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کالی کملی والے مشہور ہوئے ابوداؤد میں اس کی مزید تصریح ہے کہ بالوں (اون) کی بنی ہوئی چادر میں آپؐ کو زیادہ پسینہ آیا آپؐ نے تکلیف محسوس کی تو اسے اتار دیا۔

Marfat.com

(۶۸/۱۶) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى اَخْبَرَنَا وَكِيعٌ اَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ اَبِى اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ ..

ترجمہ! ہمارے پاس یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا ان کے پاس وکیع نے اور ان کے پاس بیان کیا یونس بن ابی اسحٰق نے اپنے باپ کے حوالے سے انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے عروۃ بن مغیرۃ بن شعبہؓ سے اپنے باپ کے حوالے سے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

راویان حدیث (۲۲۱) الشعبیؒ (۲۲۲) عروۃؒ اور (۲۲۳) ابیہ ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

رومی جبہ :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس جبة رومیّة کہ حضور اقدس ﷺ نے روم کا بنایا ہوا جبہ پہنا تھا ضیقة الکمین جس کی آستین تنگ تھیں شارحین نے لکھا ہے یہ رومی جبہ پہننا سفر میں تھا اور یہ سفر غزوہ تبوک کا تھا۔ ای فی السفر قالوا و کان ذلک فی غزوہ تبوک (مناوی ص ۱۵۰)

ایک تعارض سے جواب:

اس حدیث میں جبہ کے رومی ہونے کا ذکر ہے جبکہ بعض روایات میں شامی ہونے کا ذکر ہے . وفی اکثر الروایات کما قالہ الحافظ ابن حجر شامیة (مناوی ص ۱۵۰) (اور اکثر روایات میں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ وہ جبہ شامی تھا)

بظاہر دونوں روایات میں تعارض۔ ملا علی قاریؒ جواب میں فرماتے ہیں۔

(۱) قال العسقلانی و لا منافاة بینهما لان الشام حینئذٍ داخل تحت حکم قیصر ملک الروم فکانهما واحد مِن حیث الملک (امام عسقلانیؒ فرماتے ہیں ان دو باتوں میں کوئی تعارض و منافات نہیں اس لئے کہ شام بھی اس وقت قیصرِ روم کے ماتحت

Marfat.com

تھا گویا وہ دونوں (روم و شام) ایک ہی مملکت تھی)

(۲) یا کپڑا روم کا ہوگا اور وضع شام کی ہوگی یا اس کے بالعکس ہوگا۔ ویمکن ان یکون نسبة هيئتها المعتاد لبسها الى احد اهما ونسبة خياطتها الى الاخرى (جمع ص ۱۵۱) (اور یہ بھی امکان ہے کہ اسکے پہننے معتاد کی نسبت ایک ملک کو اور اس کے سینے اور بنانے کی نسبت دوسرے کو ہو)

غیر مسلم کے بنائے ہوئے کپڑے کا حکم:

علماء کرام اور فقہاء عظام یہاں یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کپڑا فی الحقیقت پاک ہے اگر چہ اسے کافروں نے کیوں نہ بنایا ہو۔ لانه صلى الله عليه وسلم لم يمتنع مِن لبسها (مواهب ص ۷۵) (بے شک نبی کریم ﷺ نے اس کے پہننے سے امتناع نہیں فرمایا)

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے لانه صلى الله عليه وسلم لبس الجبة الرومية (جمع ص ۱۵۱) (بے شک آپؐ نے رومی جبہ پہنا ہے) ضيّقة الكمين چونکہ آستین تنگ تھیں اسلئے بازوؤں کو وضو کے وقت آستین سے نکالنے میں دشواری پیش آتی تھی اور یہ کیفیت سفر میں تھی جیسا کہ بخاری کی روایت میں تصریح ہے . فلم يستطع ان يخرج ذراعيه منها حتى اخرجهما مِن اسفل الجبة (جمع ص ۱۵۱) (حضور ﷺ اپنے کہنیوں کو (بوجہ تنگی آستینیں) جبہ سے بآسانی نہ نکال سکے بلکہ اس جبہ کے نچلی طرف سے نکال لئے) اس کے پیش نظر شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے کہ سفر میں تو تنگ آستین کا استعمال مستحب ہے مگر حضر میں نہیں ورنہ حضرات صحابہ کرام کی آستین تو کشادہ ہوا کرتی تھیں (ملخصا از مواھب ص ۷۵)

Marfat.com

باب ماجاء فی عیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذرانِ اوقات کے بیان میں

عیش گذران، گذرِ اوقات اور معاش کو کہتے ہیں قاموس میں ہے عیش عبارت ہے حیات اور طعام سے وفی التاج العیش الحیاۃ ومایکون بہ الحیاۃ (مناوی ص ۱۵۲) (یعنی تاج العروس میں ہے کہ عیش کا معنی زندگی اور ہر وہ چیز جس کے ذریعہ زندگی حاصل ہو)

عمدہ طریق سے رہنا، ایک خاص طرز پر زندگی گزارنا، مصدر عَیشٌ، مَعاشًا اور مَعِیشًا آتا ہے اس باب کو امام ترمذیؒ نے شمائل میں دو جگہ ذکر کیا ہے ایک یہاں اور دوسرا اواخر کتاب میں۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ دو جگہ ذکر کرنے میں کوئی خاص مقصد نہیں ہے اسلئے بعض ناسخین نے دونوں ابواب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ تاہم چونکہ باب دو جگہ نقل ہوا ہے اسلئے اکثر شارحین نے اس کی توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) دو جگہ ایک ہی باب کا ذکر، سہوِ ناسخ کی وجہ ہے جس نے کچھ یہاں اور کچھ وہاں لکھ دیا ہے۔

(۲) اس باب میں محض نفسِ عسرت کا بیان ہے اسلئے یہاں صرف دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں جبکہ دوسری جگہ آپؐ کی اس حالت کا بیان ہے کہ آپؐ نے ایامِ عسرت اور تنگی کی حالت میں کیا کیا چیزیں نوش فرمائیں اور کیا کیا چیزیں استعمال فرمائیں اور اسلئے اس دوسرے باب میں نو احادیث مذکور ہیں۔

(۳) اس باب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرامؓ کے ساتھ عیش کا بیان ہے جبکہ دوسرے باب میں آپؐ کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ عیش کا بیان ہے۔

(۴) دونوں ابواب کی احادیث کا موضوع "عیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

Marfat.com

(نبی کریم ؐ کے گذران کا تذکرہ) ہے اسلئے دونوں کو یکجا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے مگر امام ترمذیؒ دونوں ابواب کو علیحدہ علیحدہ لا کر اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولِ زمانہ اور اخیر زمانہ دونوں وقتوں میں ذاتی اور معاشی حالت یکساں تھی آپ ؐ کی اول زندگی اور آخر زندگی سے متعلق احادیث کو دو ابواب میں تقسیم کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا والقصد بیان انه کان فی حیاته علی فقر مستمر (مناوی ص ۱۵۲) (اور اصل مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ آپ ؐ پوری زندگی میں فقر دائمی سے موصوف رہے)

(۵) بعض ملاحدہ نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی محنت، مشقت، مجاہدہ، ریاضت اور عسرت میں گزری، البتہ جب آپ ؐ مدینہ منورہ پہنچے اور اسلامی ریاست قائم ہوئی تو پھر آپ ؐ کی زندگی میں بھی تبدیلی آئی اور آپ ؐ نے حکمرانوں اور بادشاہوں جیسے زندگی گزاری مگر یہ توجیہ عقل و نقل سے مردود ہے۔

البتہ یہاں اس بات پر شارحین متفق ہیں کہ اس باب کو باب اللباس اور باب الخف کے درمیان لانا ہرگز مناسب نہیں ہے فایراد ھذا الباب بین باب اللباس وباب الخف لغیر مناسب قال العسقلانی ولعله مِن صنیعِ النسّاخ (مناوی ص ۱۵۲) (پس اس باب کو باب اللباس اور باب الخف کے درمیان لانا نامناسب ہے۔

علامہ عسقلانیؒ (اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ شاید یہ کاتب کا کارنامہ ہو) اس کے باوجود علامہ ملا علی قاری حنفیؒ نے ایک توجیہ کا ذکر کر کے اس باب کا یہاں تذکرہ کرنا بھی مناسب بنا دیا فرماتے ہیں ثم لما کان الحدیث الاول من ھذا الباب مشتملا علی توسع بعض الاصحاب فی آخر الامر حتی لبس مثل ابی ھریرة ثوبین ممشقین من الکتان ناسب ان یکون ذکره بعد باب اللباس مقدما علی باب الخف (جمع ص ۱۵۲) (پھر جبکہ اس باب کی پہلی حدیث بعض صحابہؓ کے آخری دور میں ان کا اتنا صاحب وسعت اور مالدار ہونے پر مشتمل ہے کہ ابوھریرہؓ جیسے (مسکین) صحابی بھی کتان کے دو کپڑے (لنگی چادر) گیروی رنگ میں رنگے ہوئے پہنے تھے تو اس لئے مناسب ہے کہ اس باب کا تذکرہ باب اللباس کے بعد اور باب الخف سے پہلے ہو)

Marfat.com

نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے بھی کتاب اللباس سے اس باب کی مناسبت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کر دیا۔

کہ گذشتہ باب جولباس میں بعض ایسی چیزیں گذری ہیں جیسا کہ پرانی لنگی یا تنگ آستین کا جبّہ وغیرہ جو عام معمول کے خلاف تھا یہ اس وقت کی عام تنگ حالی (معیشت) کی وجہ سے تھا کہ ابتداً عسرت زیادہ تھی (خصائل ص ۵۷)

(۶۹/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُبْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ سِيرِينَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِی هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَيَتَمَخَّطَ فِی اَحَدِهِمَافَقَالَ بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ اَبُوهُرَيْرَةَ فِی الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِی وَاِنِّی لَا َخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِعَائِشَةَ مَغْشِيّاً عَلَیَّ فَيَجِیءُ الْجَآئِی فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰی عُنُقِی يَرٰی اَنَّ بِی جُنُوناً وَمَابِی جُنُونٌ وَمَا هُوَ اِلَّاالْجُوعُ ۔۔

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حماد بن زید نے بیان کیا۔ ان کو یہ روایت ایوب نے اور انہوں نے محمد بن سیرین کے حوالے سے نقل کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ ابوھریرہؓ کے پاس تھے ان پر ایک لنگی اور ایک چادر تھی وہ دونوں کتان کی تھیں اور گیروی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابوھریرہؓ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کیا پھر تعجب سے کہنے لگے کہ اللہ اللہ آج ابوھریرہ کتان کے کپڑوں سے ناک صاف کرتا ہے اور ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان شدتِ بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجھ کو مجنون سمجھ کر میری گردن کو پاؤں سے دباتے تھے اور حقیقۃً مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ بلکہ صرف شدّتِ بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہو جاتی تھی۔

راویان حدیث (۲۲۴) ایوب السختیانیؒ اور (۲۲۵) محمد بن سیرینؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

وعليه ثوبان ممشقان :

قال كنا عند ابی هريرةؓ وعليه ثوبان مُمشّقان مِن كتان محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت ابوھریرہؓ کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت انہوں نے دو کپڑے پہن رکھے تھے وعليه ثوبان ای ازار ورداء او ثوبان آخران (جمع ص ۱۵۳) (اور ابوھریرہؓ کے بدن پر دو کپڑے یعنی لنگی اور چادر یا کوئی اور دو کپڑے تھے)

جو ممشق (گیروی) یعنی سرخی مائل رنگ سے رنگے ہوئے تھے مادہ مشق ہے معنی گلِ سرخ ہے باب تفعیل سے اسم مفعول ہے منقش بھی اس کے معنیٰ آتے ہیں۔ ممشقان ای مصبوغان بالمِشق وهو الطين الاحمر (جمع ص ۱۵۳) (ممشقان کا معنی ایسے دو کپڑے جو سرخ مٹی میں رنگے ہوئے ہوں) بعض حضرات نے کہا کہ اس سے تو اس حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جس میں ثوب احمر کے پہننے سے نہی آئی ہے۔ ابن حجرؒ جواب میں فرماتے ہیں یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ والاظهر ان يقال ان النهى عن الحمرة معلل بانه مِن زينة الشيطان والمصبوغ بالطين الاحمر ليس له ذلک الشأن (جمع ص ۱۵۳) (اور زیادہ واضح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ سرخ رنگ کے استعمال کی ممانعت کی علت یہی ہے کہ وہ شیطانی زینت کے اسباب سے ہے اور جو کپڑا سرخ مٹی میں رنگا ہوا ہو اس کی یہ شان نہیں)

بخ بخ کا معنیٰ اور تلفظ :

فيتمخط فى احدهما فقال بخ بخ .... حضرت ابوھریرہؓ ان کپڑوں میں سے ایک سے ناک صاف کر رہے تھے فيتمخط ای استنثر وطهر انفه (جمع ص ۱۵۳) پھر خود ہی کہتے واہ واہ' کیا خوب۔ ابوھریرہ آج کتان سے بنے ہوئے کپڑے سے ناک صاف کر رہا تھا بخ بخ نہایہ میں ہے

هى كلمة تقال عند الفرح والرضاء بالشئى وتكرر للمبالغة وهى مبنية على السكون (جمع ص ۱۵۳) قال ابن دريد معناه تفخيم الامر وتعظيمه' المراد بها هنا التعجب

Marfat.com

(بخ بخ کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نہایہ میں والاستغراب (جمع ص ۱۵۳) ہے کہ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ خوشی اور کسی چیز پر رضا مندی اور مسرت کے وقت بولا جاتا ہے اور اس میں تکرار مبالغہ کے لئے ہے اور اس کا آخر سکون پر مبنی ہے۔ ابن درید فرماتے ہیں کہ اس لفظ سے کسی چیز کی بلندی شان و مرتبہ ہوتی ہے اور یہاں اس سے مراد تعجب و حیرانگی ہے) قوله بخ بخ بسکون آخره فيهما و کسره غير منون فيهما ايضا وبكسر الاول منونا وسکون الثاني وبضمهما مع تشديد آخرهما

(مواهب ص ۷۶) (صاحب مواہب علامہ بیجوری بخ بخ کے تلفظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یا تو دونوں کے آخر کو ساکن پڑھو۔ یا صرف کسرہ کے ساتھ بغیر تنوین کے دونوں میں یا پہلے کو کسرہ تنوینی کے ساتھ اور دوسرے کو ساکن یا پھر ان دونوں کے آخر میں تشدید اور دونوں کو ضمہ کے ساتھ پڑھو) قال القاضي عياض وروى بالرفع واذا کررت فالاختيار تحريك الاول واسكان الثاني يعني اماراجعاً الى الاصل او مراعاة للوقف (جمع ص ۱۵۳) (علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے آخر میں رفع پڑھنا بھی مروی ہے البتہ جب تکرار کے ساتھ پڑھیں تو پھر پسندیدہ پہلے کی حرکت اور دوسرے کا اسکان ہے یا تو بوجہ اصل ہونے کے اور یا پھر وقف کا لحاظ کرتے ہوئے)

ابوھریرہؓ حالتِ فقر و جوع میں:

لقد میں لام جواب قسم ہے۔ واللام في جواب قسم مقدر اى والله لقد ... (لفظ لقد میں لام قسم مقدر کا جواب ہے اصل عبارت والله لقد ہوگی)۔ لَاخِرُّ، خرور سے مشتق ہے یعنی ھیئۃِ ساجد کی طرح، میں زمین پر گرا پڑا تھا اس کا مصدر خراً بھی آتا ہے حضرت ابوھریرہؓ اپنی عسرت کے حالات کو یاد کر کے فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں بھی دیکھا ہے کہ میں مسجد نبوی میں منبر رسولؐ اور حجرہ عائشہؓ کے درمیان غش کھا کر گر پڑتا تھا جب کہ ابن سعدؒ کی ایک روایت میں بین بيت عائشة وام سلمة (کہ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کے کمرے کے درمیان) کے الفاظ منقول ہیں

Marfat.com

مناویؒ جواب میں فرماتے ہیں ولا منافاة لامکان التعدد (مناوی ص ۱۵۴) (کہ ان دونوں کے درمیان کوئی منافات اور تعارض نہیں کیونکہ واقعہ کے متعدد ہونے کا امکان ہے) منبر اور حجرہ عائشہؓ کے درمیان گرنے سے ادھر بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ۔ اشارة الی موضع الاحباب والاصحاب مِن غیر خفاء واحتجاب (جمع ص ۱۵۴) (یہ اشارہ ہے کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی جگہ یعنی بالکل سامنے بغیر کسی آڑ اور پردے کے) کہ اس راستہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کے آمد ورفت ہوا کرتی تھی۔

فیجیئی الجائی ... میرے قریب سے گذرنے والا کوئی شخص گذرتا اور مجھے بے ہوش پڑے دیکھتا تو اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا کہ وہ سمجھتا کہ مجھے جنون ای نوعاً مِن الجنون وهو الصرع (جمع ص ۱۵۴) یعنی مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے حالانکہ مجھے کوئی جنون کا دورہ نہیں ہوتا تھا وما هو الا الجوع بلکہ یہ تو بھوک کی وجہ سے مدہوشی کے دورے پڑتے تھے۔ ای اثره واستیلاء ه علیّ (جمع ص ۱۵۴) (یعنی بھوک کا اثر اور میرے اوپر اس کا غلبہ) بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ پر کمال درجے کی رحمت وشفقت فرماتے تھے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپؐ کے وسائل ہوتے تو حضرت ابوھریرہؓ اس حال سے دوچار ہو جاتے۔

مگر حقیقت واقعہ یہ ہے کہ آپؐ کی زندگی مبارک بنفسِ نفیس اسی طرح عسرت کی تھی علامہ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ انما ذکر هذا الحدیث فی باب عیشه لانه دل علی ضیق عیشه صلی الله علیه وسلم بواسطة ان کمال کرمه ورافته یوجب انه لو کان عنده شئی لما ترک اباهریرة جائعا حتی وصل به الحال الی سقوطه مِن شدة الجوع (مواهب ص ۷۷) (اس حدیث کو باب العیش میں اس لئے ذکر کیا کہ یہ حضورؐ کی معاشی تنگی پر بایں معنی دلالت کر رہی ہے کہ آپؐ کے اخلاق کریمانہ کا یہ تقاضا تھا کہ اگر آپؐ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو پھر ہرگز ابوھریرہؓ کو ایسے بھوک کی حالت میں نہ چھوڑتے کہ اس پر سخت بھوک کی وجہ سے گرنے کی نوبت آ جاتی) ۔

Marfat.com

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وانما اتصل الضمیران وهما لواحد حملاً لرأى البصرية على القلبية فان كون الفاعل والمفعول ضميرين متصلين من خصائص افعال القلوب اى علمتنى لا رائيت نفسى (جمع ص ۱۵۴) (لقد رأیتنی کے لفظ میں دو متصل ضمیریں لائی گئی حالانکہ ان کا مرجع ایک ہی ہے یعنی اس غرض سے کہ رویت بصری کو رویت قلبی پر محمول کیا جائے (یعنی یہاں رویت قلبی مراد ہے) کیونکہ فاعل اور مفعول کی دونوں ضمیریں متصل ہونا افعال قلوب کی خاصیت ہے۔ یعنی یہاں بمعنی علمتنی کے ہے نہ کہ بمعنی رائیت نفسی کے ہے) (جو رویت بصری ہے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجموعہ فقر و غنیٰ تھے:

شیخ ابراھیم البیجوری تحریر فرماتے ہیں۔

وقد جمع الله لحبيبه صلى الله عليه وسلّم بين مقامى الفقير الصابر والغنى الشاكر فجعله غنياً شاكراً بعد أن كان فقيراً صابراً فكان سيد الفقراء الصابرين والأغنياء الشاكرين لأنه أصبر الخلق فى مواطن الصبر واشكر الخلق فى مواطن الشكر وبذلك علم انه لا حجة فى هذ االحديث لمن فضل الفقر على الغنى (مواهب ص۷۷)

(اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فقیر صابر اور غنی شاکر کے مرتب جمع کر دیے یعنی آپ ﷺ کو فقیر صابر ہونے کے بعد غنی شاکر بنایا تو آپؐ سیّد فقراء الصابرین اور سید الاغنیاء الشاکرین ٹھہرے کیونکہ آپؐ صبر کے مقامات میں سب مخلوق سے زیادہ صابر اور مقامات شکر میں سب مخلوق سے زیادہ شاکر تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے کوئی دلیل نہیں جو کہ مالداری پر فقیری کو ترجیح دیتے ہیں)

(۲/۷۰) حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ حَدَّثَنَا جَعفَرُبنُ سُلَيمَانَ الضُّبَعِيُّ عَن مَالِكِ بنِ دِينَارٍ قَالَ ما شَبِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِن خُبزٍ قَطُّ وَلَا لَحمٍ اِلَّا عَلىٰ ضَفَفٍ قَالَ مَالِكٌ سَاَلتُ رَجُلاً مِّن اَهلِ البَادِيَةِ مَا الضَّفَفُ قَالَ اَن يَّتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ

Marfat.com

ترجمہ! ہمیں قتیبہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں جعفر بن سلیمان ضبعی نے مالک بن دینار کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ حضور اقدس نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالتِ ضفف پر۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضفف کے معنیٰ پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنیٰ بتائے۔

راویان حدیث (۲۲۶) جعفر بن سلیمان الضبعیؒ اور (۲۲۷) مالک بن دینارؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

قال ماشبع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مِن خبز قط ولا لحم الاعلیٰ ضففٍ خبز کی تنوین تنکیر کے لئے ہے فھو شامل لعیش الحنطة والشعیر (جمع ص ۱۵۵) (پس یہ شامل ہوئی گندم اور جو (دونوں کی روٹی) کو) قطّ کا معنیٰ ہرگز ، بالکل ای ابداً (جمع ۱۵۵) ولالحم 'میں واو بمعنیٰ مع کے ہے بعض نسخوں میں لا آیا ہے بعض میں نہیں' جہاں لا مذکور ہے مراد نفی کی تاکید ہے ضفف کا معنیٰ کثرتِ عیال مع قلتِ مال کے ہے .وقال صاحب الصحاح' الضفف کثرة العیال (جمع ص ۱۵۵) (صاحب صحاح فرماتے ہیں کہ ضفف کا معنی کنبے کا بڑا ہونا) مہمانوں کی کثرت کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے کہ مہمان کو پیٹ بھر کر کھلایا جائے اور خود بھی اس کے ساتھ آخر تک شریک رہے۔ جیسا کہ دیہاتی نے بھی یہی معنیٰ مراد لیا ہے قال ان یتناول مع الناس 'لوگوں کے ساتھ مل کر کھانے کو کثرتِ ایدی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہاتھوں کی کثرت تب ہوگی جب دعوت ہو وقیل معناہ اجتماع الایدی و کثرة الآکلین ای لم یا کل وحدہ ولکن مع الناس (جمع ص ۱۵۵) (اور بعض نے ضفف کا معنی ہاتھوں کا جمع ہونا اور کھانے والوں کی کثرت بھی بتایا ہے۔ یعنی آپؐ نے اکیلے نہیں کھایا لیکن لوگوں کے ساتھ) فائق میں ہے کہ اس روایت میں ضفف آیا ہے جبکہ بعض دیگر روایات میں حفف منقول ہے بعض میں شظف ہے الثلاثة فی معنیٰ ضیق المعیشة وقلتها وغلظتها (جمع

Marfat.com

ص ۱۵۵) (ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تینوں (ضفف ، حفف ، شظف) ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں یعنی تنگی اور کمی معیشت وغیرہ کے لئے) شارحینِ حدیث نے اس کے مفہوم میں متعدد توجیہات کی ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی توجیہ:

ایک توجیہ تو یہ ہے کہ جب کسی جگہ دعوت کی نوبت آتی تو شکم سیر ہو کر تناول فرماتے مگر بعض شارحینِ حدیث نے اس کی شدت سے تردید فرمائی ہے کہتے ہیں کہ اس قسم کی بات کی نسبت آج بھی معاشرہ میں کسی کی طرف جائے تو عیب بلکہ معیوب ترسخت ناگوار اور بے ادبی سمجھا جاتا ہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت کیونکر گوارا ہو سکتی ہے مگر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک اس مطلب میں کوئی مانع نہیں اسلئے کہ اس زمانے میں کسی کی طرف اس امر کی نسبت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے گھر پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بخیل ہے اور اُس زمانے میں حضور اقدس ﷺ کی طرف اس کی نسبت کرنے میں اس کا ایہام نہیں ہے اسلئے کہ اس وقت کی تنگئی حال سب کو معلوم ہے کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقوں کی نوبت آتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کا جود و سخا جو کہ ہدیہ میں کہیں سے کچھ آجاتا تھا اصحاب صفہ پر تقسیم کر دیا جاتا تھا ایسی صورت میں پیٹ بھرنے کی نوبت کہاں آسکتی تھی۔

لیکن بعض شارحینِ حدیث اس مطلب کو غلط بتاتے ہیں ان کا ارشاد حجت ہے اسلئے اگر یہ مطلب غلط ہو تو اللہ جل شانہ اپنے لطف سے معاف فرماویں اعوذ باللہ ان اقول فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لا یلیق بشانہ (خصائل)

(۲) بعض شارحینِ حدیث نے یہ توجیہ کی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود دعوت کرتے تھے تو مہمانوں کے ساتھ آخر وقت تک تھوڑا تھوڑا تناول فرماتے تھے جس کو بھرے پیٹ کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے مقصد یہ ہوتا کہ مہمانوں کو کھانے میں تکلف نہ ہو۔

(۳) تیسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ان یتناول مع الناس سے مراد عام ہے یعنی اپنے

Marfat.com

گھر میں ہو یا کسی دوسری جگہ' ظاہر بات ہے جس اجتماعِ دعوت میں آپ ؐشریک ہوں اور آپ ؐ ہاتھ کھینچ لیتے تو سب کے ہاتھ کھینچ جاتے لہذا آپ شرکاء دعوت کا لحاظ فرماتے اور آخر تک شریک رہتے اسی کو پیٹ بھر کر تناول کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تنبیہ:

شارحینِ حدیث نے اس کی تصریح کی ہے کہ حدیث میں جہاں جہاں بھی آپ ؐ کے پیٹ بھر کر کھانے کا ذکر ہے مراد یہ ہے کہ آپ ؐ دو تہائی پیٹ بھر کر کھانا تناول فرماتے تھے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں المراد بالشبع له صلی الله علیه وسلم اکله ملءُ ثلثی بطنه فانه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یاکل ملء البطن قط (جمع ص ۱۵۵) (کہ حضورؐ کے بھرے پیٹ سے مراد آپؐ کا دو تہائی پیٹ بھر کر کھانا مقصود ہے کیونکہ آپؐ نے بالکل بھرے پیٹ کبھی نہیں کھایا)۔

جیسا کہ آپؐ کا ارشاد بھی ہے ثلث للطعام وثلث للشراب وثلث للنفس (آپؐ نے پیٹ کے حصوں کے متعلق فرمایا) کہ کھانے کے لئے ایک تہائی، پینے کے لئے ایک تہائی ،اور سانس کیلئے ایک تہائی)۔

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسّر قرآن، شارحِ حدیث

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون وظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

صفحات : 458 .... قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اِسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات' احادیثِ نبوی' عبادات' معاملات' اعمال کے فضائل' بلندیٔ اخلاق وخصائل' محبت واطاعتِ رسول' محرمات سے اجتناب' منہیات کی نشان دہی' فرقِ باطلہ کا تعاقب' ردِّ بدعات' دعوتِ سنت واتحادِ اُمت' خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور' مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل واحکام' سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلّم اور محسن کتاب' اپنے موضوعات کے تنوع' تفہیم وتسہیل' افادیت اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 .... ریگزین .... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' نوشہرہ

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلۂ نسب' ابتدائی تعلیم' اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترامِ اساتذہ' شیخ الہندؒ سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہندؒ کا جانشین ☆ سیرت و کردار' اخلاص وللہیت' جود و سخا' بے نیازی واستغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس' درسِ حدیث سے عشق وانہماک' طلبہ پر شفقت و محبت' محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا' تقویٰ' ایثار و توکل' اعلیٰ اخلاقی اقدار' خدمت خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت' نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت' اطاعت' اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی' صبر و تحمل' عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمتِ مقام' مرجعیت' محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت' ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع ۔

صفحات : 272 .... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا دلرُبا منظر

مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوۂ جہاں آراء، چہرۂ انور کی صباحت و ملاحت، جسمِ اطہر کی خوبصورتی، زلفوں، ناک، دہن، رخسار، کاندھوں، انگلیوں کے پوٹوں، دانتوں، جوڑوں، الغرض تمام اعضاء و اندام کا تناسب و نورانیت، قد و قامت کا اعتدال، نگاہوں کا حسن و جمال، معتدل رفتار، خاندانی تفوق و امتیاز، محبوبیت اور ہیبت و جلال، مہرِ نبوت کا تعارف اور دلچسپ تفصیلات، شمائلِ ترمذی کی (۲۲) احادیث کی مفصل تشریح و توضیح کی روشنی میں جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین و ایمان افروز اور دلرُبا منظر ......

صفحات : 206 .... قیمت : -/120 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

سرحد پاکستان ...... فون :630237(0923) فیکس : 630094

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد پاکستان

Marfat.com